اداریہ

آہ! مظلوم روہنگیا مسلمان

مبارک حسین مصباحی

(برما) میانمار کے صوبہ راخین میں روہنگیا مسلمانوں کے ناحق خون سے جو کھلواڑ کیا جا رہا ہے اس نے پوری دنیا کے مسلمانوں بلکہ نیک جذبات انسانوں کو خون کے آنسو بہانے پر مجبور کر دیا ہے۔ بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کے ساتھ جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، انھیں سن کر اور دیکھ کر لوگ حواس باختہ ہو رہے ہیں یہ ظالم و ستم گر برما کے فوجی، انتہا پسند بدھسٹ اور وہاں کے مذہبی درندے ہیں اور یہ سب کچھ وہاں کی ذمہ دار اسٹیٹ کونسلر آنگ سان سوچی کی سرپرستی میں ہو رہا ہے، ان دردناک حالات میں کم ہی مسلم اور غیر مسلم ممالک ہیں جہاں ان ظالموں کے خلاف احتجاج نہیں کیے جا رہے ہیں، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا بھی خوب بیانات نشر کر رہے ہیں، مساجد، مدارس اور خانقاہوں سے برما کے مظلوموں کے لیے دعائیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی بارگاہوں میں استغاثے پیش کیے جا رہے ہیں، اولیاے کرام کی درگاہوں میں مظلوموں کی حمایت و نصرت کے لیے رو رو کر دعائیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ برما کے ظالموں، قاتلوں اور زانیوں کو دردناک سزاؤں سے ناکام بنا دے۔

اس وقت میانمار کی سرزمین پر جو ظلم و ستم کی کہانی دہرائی جا رہی ہے، اس نے کسی حد تک کربلا کی یاد تازہ کر دی ہے۔ روہنگیائی مسلمانوں اور وہاں کے کچھ ہندوؤں کے ساتھ جو ہو رہا ہے اس نے صدیوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے، نوجوانوں کی قتل و غارت گری، بوڑھوں پر جفاکشی اور خواتین کو ظلم و تشدد کا شکار بنایا جا رہا ہے، کم سن بچوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر آگ کے شعلوں میں بھونا جا رہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کی گردنوں اور سینوں پر ظالم دہشت گرد پاؤں رکھ کر کھڑے ہو رہے ہیں، یہ ہولناک مناظر دیکھنے کی ہم اپنی آنکھوں میں طاقت نہیں پاتے ہیں، شیر خوار بچوں کی زبانیں باہر آ رہی ہیں، یہ ظالم اپنے ہاتھوں سے بچوں کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چیر رہے ہیں۔ اب آپ ذرا غور کریں، یہ دہشت ناک حادثات ماؤں کی نگاہوں کے سامنے انجام دیے جا رہے ہیں، اپنے بچوں کے تعلق سے والدین کا دل کتنا نازک اور حساس ہوتا ہے، مگر یہ ان کی مجبوری اور لاچاری ہے کہ وہ دیکھنے کے باوجود چیخنے چلانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے۔ الامان والحفیظ...

بنگلہ دیش واپس ہونے والی لٹی پٹی خواتین نے روتے ہوئے بیان کیا کہ ہمارے گھروں میں روزانہ کچھ نوجوان درندے آتے اور نوجوان لڑکیوں کو زبردستی لے جاتے تھے، ان کے ساتھ زناکاری اور بدکاری کرتے تھے، کچھ لڑکیاں ان حوادث کی تاب نہ لا کر اپنی جان گنوا دیتی تھیں اور جو بچ جاتیں انھیں بے یار و مددگار کہیں ڈال دیا جاتا تھا۔ یہ ان مظلوم خواتین کے بیانات ہیں جو چھپ چھپا کر طویل سفر پیدل طے کر کے بنگلہ دیش پہنچی تھیں۔ عورتوں کی عصمت دری تو بہت عام ہوئی ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ انھیں برہنہ کر نا ان کے اعضاے نسوانی کے ساتھ مضحکہ خیزی کرنا، اور انھیں کاٹ کر پھینکنا بھی خوب ہوا ہے۔ عصمت دری کے بعد ان عورتوں کو باہم تقسیم کر دینا بھی عام طور پر ہوا ہے، ان مظلوم عورتوں کی چیخیں سن کر ہمارے دل بھر آتے ہیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ اے کاش ہم ابھی پہنچ کر ان کی داد رسی کریں مگر...

ستم گری کے دردناک طریقوں سے نوجوانوں کی قتل و غارت گری بھی عام ہے، مار پیٹ کر نوجوانوں کا ایک ڈھیر بنا دیا جاتا ہے، ان کی آہ و فغاں سے ہر طرف کہرام بپا ہو جاتا ہے، پھر ان پر تیل وغیرہ ڈال کر نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔ ان جلتے مرتے انسانوں کی نہ چیخیں ان پر اثر کر رہی ہیں اور نہ یہ دردناک کیفیات ان کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ رہی ہیں۔ ہم یہاں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس قتل و غارت گری کے خلاف تو ہر جگہ آوازیں بلند کی جا رہی ہیں، مگر ان کے مذہب کے تعلق سے آج تک کسی مسلمان یا کسی دیگر انسان نے کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے، جب کہ اگر کبھی کسی مسلمان کو دہشت گردی میں ملوث پایا جاتا ہے، یا زور زبردستی کے کسی حادثے کے ساتھ کسی مسلم تنظیم کا نام جوڑ دیا جاتا ہے تو اس حقیقی یا فرضی دہشت گردی سے زیادہ اسلام، قرآن عظیم اور پیغمبر اسلام ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اسلام نے جو جہاد کا حکم دیا ہے وہ بطور اقدام نہیں بلکہ بطور دفاع دیا ہے، اسی کے ساتھ

ایک اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے میدان جہاد میں بھی اپنے مجاہدین کو عورتوں، بچوں اور کمزور بوڑھوں کو چھیڑنے کا حکم نہیں دیا ہے۔

ان ظالموں نے نوجوانوں کو اپنی گرفت میں لے کر پہلے ایک پیر کاٹا، اس کے بعد دوسرا پیر کاٹا، اور اس کے بعد دونوں ہاتھ جسم سے جدا کیے اور آخر میں ان کی گردنیں کاٹی جارہی ہیں۔ ہم نے موبائل پر دیکھا کہ ایک مقام پر گردن تک تیز پانی چل رہا ہے، لکڑیوں کی ٹٹی باندھ کر ان کی گردنوں کو باندھ دیا گیا ہے، ان لکڑیوں پر ایک ظالم خوں خوار ٹہل رہا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک مضبوط ڈنڈا ہے جو سر اٹھاتا ہے اس کے سر پر یہ ظالم پوری طاقت سے مار رہا ہے، یہ موت و زیست کے عالم میں درجنوں چیختے چلاتے افراد اپنے درد و کرب کا اظہار کر رہے ہیں، اس بے تحاشہ ستم گردی کے ہولناک حوادث دیکھ کر ہمارے آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، مگر ان دہشت گردوں کے دلوں میں ذرا بھی احساس نہیں، خدا جانے ان ظالموں کے دلوں سے رحم کے سارے سوتے خشک ہو چکے ہیں، کیا ان کے بدھ مت میں لکھا ہے، نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہم مانتے ہیں عہدِ حاضر میں یہ مذہب بالکل غلط ہے، مگر آج بھی ان کی مذہبی کتابوں میں درد و غم اور انسانیت کی تعلیم موجود ہے، کیا ان کا مذہب یہی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اتنا ستایا جائے؟ کیا ان کا مذہب یہی بتاتا ہے کہ عورتوں کی عصمت دری کر کے انتہائی لاچارگی کے عالم میں انھیں غنڈوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، کیا ان کے مذہب میں یہی ہے کہ شیر خوار بچوں کے اوپر انتہائی درندگی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں؟ کیا ان کا مذہب یہی ہے کہ نوجوانوں کے ہاتھ پیر کاٹ کر انھیں چھوڑ دیا جائے، بعد میں ان کی گردنیں بے رحمی کے ساتھ تن سے جدا کر دی جائیں؟ کیا ان کا مذہب اسی دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، ان کے مذہب میں تو بلا وجہ ایک چیونٹی کو مارنا بھی گناہ بتایا گیا ہے

ایمنسٹی انٹرنیشنل نے میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف فوج اور بدھسٹوں کے وحشیانہ جرائم کو نسل کشی قرار دیا ہے۔ اس تحریک کے سینئر عہدے دار تیرانا حسن نے کہا کہ ایسے ناقابلِ انکار ثبوت و شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میانمار کی فوج اور سکورٹی اہل کاروں نے صوبہ راخین کے علاقوں کو نذر آتش کیا ہے جو کہ میانمار میں روہنگیا عوام کے خلاف منصوبہ بند طریقے سے انجام دیا جانے والا اقدام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، یہ اقدام نسل کشی میں شمار ہوتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے سیٹلائٹ سے حاصل ہونے والی ایسی تصاویر نشر کی ہیں جن سے روہنگیا مسلمانوں کے دیہاتوں کو نذر آتش کرنے کی میانمار کی فوج کے انسانیت دشمن اقدامات کا پتہ چلتا ہے۔

میانمار کی نام نہاد جمہوری حکومت اور فوج راخین میں بین الاقوامی امدادی ایجنسیوں کو متاثرین تک رسائی دینے سے روک رہی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے سینیر عہدے دار تیرانا حسن نے آن سان سوکی کے رویہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان تمام وحشیانہ جرائم کی ذمہ داری آنگ سان سوکی پر عائد ہوتی ہے جو کہ امدادی کارکنوں کو دہشت گردوں کا معاون قرار دے کر ان کی شبیہ کو داغ دار کر رہی ہے۔ تیرانا حسن نے مزید کہا کہ آنگ سان سوکی ان وحشیانہ جرائم کے خلاف منہ کھولنے کے بجائے ان کا دفاع کر رہی ہے۔ جھڑپیں شروع ہونے کے بعد سے اب تک صوبہ راخین میں آتش زدگی کے ۸۰٪ سے زیادہ واقعات کا پتہ لگایا ہے۔ دوسری جانب برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ اب میانمار کی رہنما آنگ سان سوکی کی جانب سے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف تشدد کی ہم مذمت کرتے ہیں۔

برطانیہ کے وزیر خارجہ نے کہا میانمار میں ہونے والے تشدد کا سلسلہ بند ہونا چاہیے، مسلمانوں کو پریشان کرنے اور ان پر مظالم کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ بچوں سے متعلق اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسیف نے بھی ایک بیان میں کہا ہے کہ میانمار کے صوبہ راخین میں روہنگیا مسلمانوں پر فوج اور انتہا پسند بدھسٹوں کے حملوں کی نئی لہر شروع ہونے کے بعد سے اب تک چار لاکھ روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش فرار ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف بنگلہ دیش میں امدادی ٹیموں کا کہنا ہے کہ بہت سے روہنگیا پناہ گزین، جسمانی تشدد کے ساتھ ہی نفسیاتی تکلیف و اذیت کا شکار ہیں، بنگلہ دیش میں سرگرم امدادی ٹیموں کا کہنا ہے کہ میانمار کی حکومت کے مظالم سے مجبور ہو کر بنگلہ دیش پہنچنے والے مسلمانوں کو جسمانی اور نفسیاتی تشدد سے پہنچنے والے گہرے زخم کے بھرنے کے لیے مزید حمایت و مدد کی ضرورت ہے، عالمی ریڈ کراس کمیٹی نے بھی روہنگیا پناہ گزینوں کے لیے مزید نفسیاتی حمایت کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

میانمار سے بنگلہ دیش نقل مکانی کرنے والی روہنگیا خواتین کا کہنا ہے کہ وہ جنسی حملوں کا نشانہ بنی ہیں۔ نقل مکانی کرنے والے کچھ روہنگیا خاندانوں کا کہنا ہے کہ خواتین کی عصمت دری کے بعد ان کا قتل بھی کیا، بنگلہ دیش میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے، بہت ساری روہنگیا خواتین شرم کی وجہ سے اپنا علاج کروانے میں بھی کتراتی ہیں۔ ایسی ہی ایک متاثرہ ہاجرہ بیگم نے چند روز قبل بنگلہ دیش کے جنوبی مشرقی ضلع کوکس بازار کے علاقے اکھیا سے

سرحد عبور کی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ میانمار کی فوج نے ان کے گھروں کا محاصرہ کیا اور جو بھاگنے میں کامیاب ہوگئے وہ بچ گئے، جو نہیں بھاگ سکے وہ یا تو مرچکے ہیں یا انھوں نے ان کی طرح جنسی تشدد کا سامنا کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں: عصمت دری کے بعد میں اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب رہی لیکن وہاں بہت ساری لڑکیاں ہیں، جنھیں عصمت دری کے بعد قتل کیا گیا، ریحانہ بیگم نے اپنے نومولود بچے کے ساتھ سرحد پار کی تھی، لیکن وہ اپنی ۱۵ر سالہ بیٹی کو ڈھونڈنے میں ناکام رہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اسے فوج نے پکڑ لیا ہوگا، میں نے اب تک اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں سنی۔ محمد الیاس نے چند ہفتے قبل میانمار چھوڑا تھا، وہ روہنگیا خواتین کے ساتھ جنسی تشدد کو بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک خاتون پر تشدد ہوتے دیکھا، اس کی گود میں ایک بچہ تھا، بعد میں میں نے اس کا آدھا جلا ہوا جسم پانچ لاشوں کے ساتھ دیکھا، بنگلہ دیش کے ضلع کوکس بازار میں اب بنگلہ دیشی ڈاکٹر اور کئی بین الاقوامی تنظیمیں روہنگیا خواتین اور بچوں کو طبی امداد فراہم کررہی ہیں۔ ڈاکٹر مصباح الدین کہتے ہیں، میں نے کل ۶ر ماؤں سے بات کی، تمام کی گود میں شیر خوار بچے تھے، ان کے مطابق انھوں نے برمی فوج کے جبر کا سامنا کیا۔ ان کے چہروں پر درد اور خوف کے آثار تھے۔

میانمار جنوبی ایشیا کا ایک غریب ترین ملک ہے۔ اس کی سرحدیں ہندوستان، بنگلہ دیش، چین اور تھائی لینڈ سے ملتی ہیں۔ ۶۷۶۵۷۸ کیلو میٹر کے رقبہ پر یہ ملک محیط ہے۔ یہاں کی کل آبادی ۵۱ میلین افراد پر مشتمل ہے جس میں تیرہ لاکھ مسلمان بھی شامل ہیں۔ یہاں اکثریت بدھسٹوں کی ہے۔ اور یہی یہاں کا قومی مذہب ہے۔ ۸۰ فی صد ربدھست ہیں۔ ۶ فی صد برمی مذہب کے لوگ ہیں۔ ۵ فیصد پروٹسٹینٹ عیسائی ہیں۔ ۴ فی صد مسلم آبادی ہے۔ ہندوؤں کی آبادی دو فیصد ہے۔ ایک فی صد کیتھولک عیسائی ہیں۔

میانمار کا قدیم نام برما ہے۔ مانڈلے اور اس کے اطراف میں قیام پذیر قبیلہ کا نام میانمار ہے جو نویں صدی عیسوی میں تبت اور چین سے یہاں پہنچے تھے۔ گیارہویں صدی میں ان کو انوراٹھا نے متحد کیا جنھوں نے پگان کو دارالحکومت بنایا اور بودھ مذہب کو درآمد کیا۔ ۱۲۸۷ء میں قبلائی خان نے برما پر حملہ کرکے ملک کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا جس کے بعد شان قبیلہ کے افراد اقتدار پر قابض ہوگئے۔ سولہویں صدی عیسوی میں ٹنگو خاندان کی حکومت قائم ہوئی، اٹھارہویں صدی میں الونگ پھیہ نے وہاں جاری شورش کو کچلنے میں کامیابی حاصل کی اور ہندوستان پر لشکر کشی کرکے اپنی سلطنت کو وسعت دی، ۱۷۸۴ میں برمی راجہ بودھوپیہ نے اراکان پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا، اس سے پہلے اراکان ایک آزاد ملک تھا۔ ۱۸۲۶ میں اراکان اور تناسرم برٹش انڈیا کے ماتحت آگیا اور برما اس سے دست بردار ہوگیا۔ ۱۸۵۲ میں ہونے والی دوسری اینگلو برمن وار میں وسطی برما اور ۱۸۸۵ میں ہونے والی تیسری اینگلو برمن وار میں بالائی برما اور ۱۸۹۰ میں شان اسٹیٹ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ جنوری ۱۹۴۸ میں برطانیہ سے سے آزادی ملی۔ جس کے بعد یہاں کی قدیم قوم میانمار نے اپنے نام سے اس ملک کا نام برما سے بدل کر متحدہ جمہوریہ میانمار رکھا۔ ۱۹۶۲ میں پھر یہاں فوجی حکومت قائم ہوگئی اور یہ ۲۰۱۱ تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

مورخین کے مطابق ۱۴۳۰ میں ماروک علاقے کے راجہ بارا میکھلا نے اراکان صوبے پر چڑھائی کرنے کے لیے بنگال کے سلطان سے مدد طلب کی تھی۔ انھوں نے بنگال کے سلطان جلال الدین محمد شاہ کی فوج کی مدد سے اراکان صوبے پر اپنا تسلط قائم کیا جس کے بعد اسی زمانے میں بنگال کے مسلمان فوجی وہاں آباد ہوگئے۔ اس جنگ کے معاوضے کے طور پر اراکان کے راجہ نے وہاں کے کچھ علاقے بھی بنگالی سلطنت کی تحویل میں دے دیے جن پر مسلم آبادیاں بسائی گئیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے بعد طویل عرصہ تک اراکان میں بنگالی اسلامی سکوں کا چلن جاری رہا۔ اراکان کا راجہ جو سکے ڈھلواتا تھا اس میں ایک طرف برمی زبان لکھی ہوئی ہوتی تھی اور دوسری طرف فارسی زبان۔ یہ سلسلہ ۱۶۶۶ تک جاری رہا۔ سلطنت بنگال سے علاحدگی کے بعد بھی لمبے عرصے تک برما کے بودھ راجہ اپنے لیے مسلم خطابات استعمال کرتے رہے۔ ۱۷۸۵ میں برما نے اس خود مختار ریاست پر قبضہ کرلیا اور ہزاروں اراکانی باشندوں کو قتل کردیا۔ برما کی اس قتل وغارت گری سے خوف زدہ ہوکر بڑی تعداد میں اراکانی عوام صوبہ بنگال میں آگئی جہاں اس وقت برٹش حکومت تھی۔ ۱۸۲۶ میں جب برطانوی حکومت کا دائرہ برما تک پہنچ گیا تو بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو کاشتکاری کے لیے وہاں منتقل کریا گیا۔ یہی وہ مسلمان ہیں جن کو آج روہنگیا مسلمان کہا جاتا ہے۔ ۱۸۶۹ کی مردم شماری کے وقت وہاں کی مسلم آبادی ۵ فی صد تھی۔ میانمار حکومت کا دعویٰ ہے کہ برما میں آباد جتنے بھی مسلمان ہیں یہ سب کے سب بنگال سے آئے ہوئے۔ یہ حقیقی شہری نہیں ہیں۔ ان کے بقول روہنگیا لفظ کبھی برما میں رائج ہی نہیں رہا۔ اس لیے روہنگیا مسلمانوں کو برما کی شہریت نہیں دی جاسکتی ہے۔ جب کہ تاریخی سچائی یہ ہے کہ روہنگیائی مسلمان وہاں چودہویں صدی سے آباد ہیں۔ ۱۷۹۹ میں فرانسس ہملٹن نے اپنی کتاب محمڈن میں اراکان میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے Rooinga کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہی لفظ وہاں کے مسلمان خود اپنے لیے استعمال

کرتے تھے جس کی بدلی ہوئی شکل روہنگیا ہے۔
۱۹۸۲میں جنرل نی ون کی ایک فوجی حکومت نے ایک نیا شہریت کا قانون پاس کیا جس کے تحت روہنگیائی مسلمانوں کی شہریت رد کر دی گئی۔ شہریت رد کیے جانے کا مطلب یہ تھا کہ انہیں تمام تر حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ ان کی حیثیت غیر ملکیوں کی طرح ہوگئی جنہیں صحت، تعلیم، روزگار، شادی، تجارت سمیت کسی بھی بنیادی سہولت کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اوقاف چراگاہوں میں بدل دیے گئے، برما کی فوج نے بڑی ڈھٹائی سے ان کی مسجدوں کی بے حرمتی کی، مساجد و مدارس کی تعمیر پر قدغن لگا دیا، لاؤڈ سپیکر سے اذان ممنوع قرار دی گئی، مسلم بچے سرکاری تعلیم سے محروم کیے گیے، ان پر ملازمت کے دروازے بند کر دیے گئے، ان کی لڑکیوں کی شادی کے لیے ۲۵ سال اور لڑکوں کی شادی کے لیے ۳۰ سال عمر کی تحدید کی گئی، شادی کی کاروائی کے لیے بھی سرحدی سیکوریٹی فورسز سے اجازت نامہ کا حصول ناگزیر قرار دیا گیا، خانگی زندگی سے متعلقہ سخت سے سخت قانون بنائے گئے۔ ساٹھ سالوں سے اراکان کے مسلمان ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کے بچے ننگے بدن، ننگے پیر، بوسیدہ کپڑے زیب تن کئے قابل رحم حالت میں دکھائی دیتے ہیں، ان کی عورتیں مردوں کے ہمراہ کھیتوں میں زراعت کا کام کر کے گذر بسر کرتی ہیں۔ لیکن خوش آئند بات یہ ہے کہ ایسے سنگین اور روح فرسا حالات میں بھی مسلمان اپنے دینی شعائر سے جڑے ہیں اور کسی ایک کے متعلق بھی یہ رپورٹ نہیں ملی کہ دنیا کے لالچ میں اپنے ایمان کا سودا کیا ہو، تازہ قیامت ۲۰۱۲ میں اس وقت شروع ہوئی جب یہ افواہ پھیلی کہ ایک روہنگیا نے بدھ لڑکی کے ساتھ ریپ کیا ہے۔ اس خبر کا پھیلنا تھا کہ عوام اور فوج دونوں روہنگیا پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑی۔ وسیع پیمانے پر کریک ڈاؤن شروع کر دیا گیا۔ لاکھوں لوگ بے گھر کر دیے گئے۔ دو سو کے قریب ہلاک کر دیے گئے۔ پچاس ہزار سے زائد بنگلہ دیش سرحد کے قریب پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد روہنگیا پر میانمار کے ظلم وستم کا سلسلہ جاری ہے۔ کوئی ایسا مہینہ اور ہفتہ نہیں جاتا ہے جس میں روہنگیائی مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ستم کی خبر نہ آتی ہو۔ ان دنوں ایک ایسی ہی خبر روہنگیائی مسلمانوں کے سے تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں کو پریشان کیے ہوئی ہے۔

روہنگیائی مسلمانوں کی اس بدترین صورت حال کے لیے مسلم ممالک اور اقوام متحدہ دونوں ذمہ دار ہیں۔ دنیا بھر میں ۵۷ مسلم ممالک موجود ہیں لیکن کسی کو یہ توفیق نہیں ہو رہی ہے کہ اپنی زمین میں سے کچھ حصہ ان بے گھر مسلمانوں کو بھی دے دیں جو بے کسی کی آخری دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔ زمین کشادہ ہونے کے باوجود ان پر نہ صرف تنگ ہو چکی ہے بلکہ انھیں پاؤں رکھنے کے لیے خشکی پر ایک انچ زمین نہیں مل رہی ہے۔ روہنگیائی مسلمانوں کے تعلق سے سب سے شرمناک کردار اقوام متحدہ کا ہے جس کی تمام تر جدوجہد صرف زبانی مذمت تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ برسوں سے برما میں جاری مسلمانوں کے قتل عام سے وہ لاپرواہ ہے۔ اسے صرف مشروق وسطی میں جاری خانہ جنگی کی فکر ہے۔ گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے برمی مسلمانوں کے لیے ان کے یہاں کوئی قانون اور ضابطہ نہیں ہے۔ انسانیت کی بیخ کنی کرنے والی میانمار حکومت پر شکنجہ کسنے کے لیے اقوام متحدہ نے اب تک کوئی اصول مرتب نہیں کیا ہے۔

جدید وقدیم بچھائی گئی بارودی سرنگوں نے ہجرت کرنے والے روہنگیائی مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچانا شروع کر دیا ہے، کثیر جانیں بھی گئی ہیں، انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق میانمار حکومت روہنگیا مسلمانوں کو واپس آنے سے روکنے کے لیے سرحد پار بارودی سرنگیں بچھا رہی ہے، برطانوی میڈیا نے بتایا کہ ان سرنگوں کی زد میں آنے والے مہاجرین مفلوج ہو گئے ہیں۔ بی بی سی کے نمائندہ نے بنگلہ دیش کے اسپتالوں میں معذور ہونے والے روہنگیا مسلمانوں سے ملاقات بھی کی ہے۔

اب ذرا غور کریں کہ سرحدوں پر بارودی سرنگیں بچھانا بلا شبہہ بین الاقوامی قانونی جرم ہے، مگر میانمار حکومت نہ صرف اخلاقیات سے بلکہ انسانیت سے بھی خالی ہو چکی ہے، کسی عداوت، مخالفت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بے جرم مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کی زندگیوں سے کھلواڑ کیا جائے۔ اسلام نے میدان جنگ میں بھی عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو نقصان نہ پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے۔

مسلم ممالک اور دیگر ممالک میں احتجاجات تو ہو رہے ہیں، روہنگیائی مظلوم مسلمانوں کے لیے درد وغم کا اظہار بھی خوب کیا جا رہا ہے، ان کی حمایت و عنایت کے لیے عام افراد اور ان ممالک کی سنجیدہ فوجیں وغیرہ چاہتی ہیں کہ وہ ان کی حمایت کے لیے نکلیں مگر قانونی پابندیوں کی وجہ سے ایسا ممکن نظر نہیں آتا، اس موقع پر ہم دل کی گہرائیوں سے معاشی استحکام کے لیے تبریکات پیش کرتے ہیں ترکی اور ایران کے سیاسی ذمہ داروں کو جنھوں نے نہ صرف

انفرادی حمایت و نصرت کے لیے قدم آگے بڑھائے، بلکہ اجتماعی طور پر بھی بہت کچھ کرنے کے لیے منصوبے بنائے اور بنا رہے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کی امداد کا میانمار میں پہنچنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس موقع پر ہم ترکی کے صدر طیب اردغان کو صد ہزار بار مبارک باد پیش کرتے ہیں جنھوں نے پیش قدمی کر کے روہنگیائی مظلوم مسلمانوں کے لیے سیاسی طور پر بہت کچھ کیا اور ان سے زیادہ ہم ان کی اہلیہ کو تبریکات پیش کرتے ہیں جنھوں نے میانمار میں پہنچ کر ضرورت کے سامان اپنی نگاہوں کے سامنے تقسیم کرائے۔ موصوفہ کے اس عمل نے دو ممالک کو چھوڑ کر تمام ممالک کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

دوحہ [ایجنسی] عالمی علما کونسل نے روہنگیا میں ریاستی جبر کے شکار مظلوم مسلمانوں کی مدد و نصرت کو عالم اسلام پر فرض قرار دیا ہے، مرکزِ اطلاعات فلسطین کے سکریٹری جنرل الشیخ علی محی الدین القرہ داغی نے کہا کہ روہنگیا کے مسلمانوں کا مسئلہ محض مسلم ممالک کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے جسے عالمی سطح پر حل کرنے کے لیے پوری دنیا کو آگے آنا چاہیے۔

ہندوستان میں چالیس ہزار مظلوم روہنگیائی مسلمان پناہ گزین ہیں، حکومتِ ہند کا کہنا ہے، ان سے ہمارے ملک کو خطرہ ہے، اس لیے انھیں اولین فرصت میں ملک سے باہر نکالا جائے، بات سپریم کورٹ تک پہنچ چکی ہے، حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ یہ مظلوم مسلمان جن میں مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے سب ہیں، یہ اپنی زندگی میں کھانے پینے تک کے محتاج ہیں، پتہ نہیں یہ مجبور و مظلوم مسلمان اب کہاں جائیں، ملک کے مختلف گوشوں میں روہنگیائی مسلمانوں کے لیے احتجاجات ہو رہے ہیں، مگر ہندوستانی حکومت کو وہی کرنا ہے جو سنگھ پریوار [آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد، ہندو جن جاگرن سمیتی، شری رام سینا، درگا واہنی، اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد، ابھینو بھارت بجرنگ دل، گئو رکشک] وغیرہ تنظیمیں چاہتی ہیں۔ ہندوستان میں موجود روہنگیا مسلمان بڑی بے بسی اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں، یہ مفلوک الحال مسلمان اب کیا کریں اور کہاں جائیں؟ بی جے پی نے ان کے تعلق سے سپریم کورٹ میں جو حلف نامہ داخل کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان مسلمانوں کا تعلق دہشت گرد تنظیموں سے ہے، ان کے یہاں رہنے سے سارے ملک کی امن و شانتی کے لیے سخت خطرہ ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ یہ بے سہارا مسلمان جو کسی طرح اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں وہ دہشت گردی کہاں سے کریں گے، ان حالات میں ہندوستان کی دیگر کثیر سیاسی پارٹیاں ان کی حمایت میں سرگرم ہیں، سخت لب و لہجہ میں سب بات کر رہے ہیں، سب کا کہنا ہے کہ برسرِ اقتدار پارٹی کو اپنے ملک کی تاریخ یاد کرنا چاہیے، اس سے پہلے بھی بیرونی حضرات کو اس ملک میں پناہ دی گئی ہے۔

خیر اس وقت ہم پہلے اپنے ملک سے گذارش کریں گے کہ وہ اپنی طے شدہ پالیسیوں کو ترک کر کے بحیثیت مسلمان نہ سہی بہ حیثیت انسان مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی مدد کرے، کم از کم اس وقت تک جب تک میانمار کے حالات درست نہیں ہوتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی سچائی ہے کہ ہندوستان میں سکھ، عیسائی اور ہندو مسلم سب ان مظلوم مسلمانوں اور وہاں کے مظلوم ہندوؤں کی مدد کر رہے ہیں۔

ہم گذارش کریں گے ۵۷/ ممالک سے کہ وہ اپنے یہاں ان کے لیے کچھ جگہیں نکالیں، یہ بجائے خود ایک اچھا کام ہے، نیز ہم یہ بھی گذارش کریں گے کہ تمام ممالک میانمار سے اپنے سیاسی اور تجارتی تعلقات منقطع کر لیں، وہاں کے سفارتی اڈوں کو بھی اپنے یہاں سے ختم کرا دیں، اقوامِ متحدہ سے بھی ہم گذارش کریں گے کہ زبانی جمع خرچ بند کر کے عملی طور پر بھی کچھ کریں۔ اس سے موجودہ عالم پر یہ اثر پڑے گا کہ انسانی دنیا آج بھی ظالم اور مظلوم کے درمیان فرق کرنا جانتی ہے۔

بنگلہ دیش کی وزیرِ اعظم شیخ حسینہ نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں کہا کہ میانمار کو اپنے ملک سے روہنگیا مسلمانوں کو نکالنے اور بھگانے کا کام فوری طور پر بند کر دینا چاہیے اور اقوامِ متحدہ کو زمینی حقیقت کا پتہ لگانے کے لیے فوری طور پر ایک ٹیم بھیجنی چاہیے، وزیرِ اعظم نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں میانمار کے تمام شہریوں کے مفادات کی حفاظت کے لیے ایک محفوظ علاقہ بنایا جائے اور زبردستی بھگائے گئے روہنگیا مسلمانوں کی بنگلہ دیش سے وطن واپسی کو یقینی بنایا جائے۔ انھوں نے کہا کہ بھوکے، غموں سے چور اور روہنگیا مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھنے کے بعد میں یہاں آئی ہوں، انھوں نے ہمارے ملک کے کاکس بازار میں پناہ لے رکھی ہے، روہنگیا مسلمان صدیوں سے اپنے ملک میانمار میں رہ رہے تھے۔ حسینہ نے کہا کہ ان کے ملک نے ۸/ لاکھ سے زائد روہنگیا مسلمانوں کو پناہ دے رکھی ہے، میانمار کے راخین صوبے میں روہنگیا مسلمانوں کے تئیں ہو رہی زیادتیوں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے بنگلہ دیش، میانمار سرحد پر صورتِ حال بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے، جسے بہتر بنائے جانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غریب اور مظلوم مسلمانوں کی غیب سے مدد فرمائے۔ آمین ❊❊❊

فقہی تحقیق

سپریم کورٹ کا فیصلہ

امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ

مولانا محمد قمر عالم اشرفی جامعی

تقریباً ایک سال کی طویل کشمکش اور لمبی نوک جھونک کے بعد سپریم کورٹ نے چھ مہینے تک کے لیے لگائی تین طلاق پر پابندی اور مرکزی حکومت کو اس سلسلے میں دیا قانون بنانے کا حکم۔ اگر بات صرف تین طلاق پر پابندی کی ہوتی تو عدالت کے اس فیصلہ کا اسلامک لا، یا مسلم پرسنل لا سے کوئی ٹکراؤ نہ تھا کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا منشا بھی یہی ہے کہ یکبارگی تین طلاق نہ دی جائے۔ لیکن عدالت کا یہ فیصلہ جاری کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو طلاق کے بارے میں قانون بنانے کا آرڈر جاری کرنا ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی جمہوریت کے لیے عظیم تشویش کا باعث ہو سکتا ہے کہ آئندہ چھ مہینے کے بعد حکومت کی جانب سے طلاق کے سلسلے میں جو قانون تشکیل دیا جائے گا وہ قانون کس صورت میں آئے گا؟ تین طلاق کے نافذ العمل ہونے کی صورت میں یا کسی اور شکل میں؟

بہر حال اس وقت مسلم قائدین وذمہ داران پر ناگزیر ہے کہ وہ مسلم معاشرہ کے افراد کو طلاق کے سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں تاکہ یکبارگی تین طلاق دینے کی نوبت نہ آئے چہ جائے کہ اس کے نافذ العمل ہونے یا نہ ہونے کا سوال کھڑا ہو اور اس کی وجہ سے ہم کسی بھی طور پر زنا جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کر کے اپنی نسل کو تباہ اور اپنی عاقبت کو برباد کریں۔

طلاق کے بارے میں قرآن وحدیث میں بڑی تفصیل آئی ہے ،قرآن پاک میں تو متعدّد مقامات پر اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے، بلکہ اللہ رب العزت نے طلاق کے عنوان سے ایک سورہ ہی نازل فرمایا ہے۔ طلاق کے بارے میں قرآن وحدیث میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ بہت صاف ستھری اور ہر انصاف پسند عقل مند آدمی کے لیے قابلِ تسلیم ہیں۔

شوہر اور بیوی کے تعلقات کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے سب سے پہلی ہدایت یہ دی ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کو اپنی بیوی بنایا ہے تو تا زندگی وہ کوشش کرے کہ بیوی جیسی بھی ہو، اس سے علاحدگی اختیار نہ کرے ،بلکہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے اور اس کی تلخی وبد مزاجی پر صبر کرے۔(پارہ:۴، سورہ آل عمران، آیت:۱۹)

ہاں اگر بیوی بداخلاقی وترش مزاجی میں اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ شوہر کو اس بات کا غالب گمان ہو کہ اگر اس سے علاحدگی اختیار نہ کی جائے تو زندگی اجیرن بن کر رہ جائے گی اور کوئی ایک ،یا دونوں کسی بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھیں گے تو اس صورت میں شریعت اسلامیہ نے نہ چاہتے ہوئے شوہر کو طلاق دینے کی اجازت دی ہے ،مگر اس سے پہلے اس نے مرحلہ وار چار تدبیریں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے سب سے پہلی تدبیر یہ بیان کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے بیوی کو سمجھائے کہ اگر تمھارا یہی رویہّ رہا تو ہم دونوں کے لیے بڑی مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے ،اگر بال بچہ دار ہو تو اسے بتائے کہ دیکھو! ہم دونوں کے ناخوش گوار تعلقات کے باعث ہمارے بچوں کا مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اپنی بیوی کو ایک بار نہیں بار بار سمجھائے۔ جب تک شوہر کے بس میں ہو سمجھائے، وہ جتنا زیادہ سمجھائے گا اللہ کی بارگاہ میں اتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

اگر سمجھانا بجھانا کارگر نہ ہو تو شوہر دوسری تدبیر اختیار کرے اور اپنی بیوی کا بستر الگ کر دے کہ ممکن ہے کہ بستر الگ کرنے کی وجہ سے بیوی کے اندر کچھ احساس ندامت ہو اور وہ اپنی شرارت سے باز آئے۔

اگر دوسری تدبیر بھی کارآمد نہ ہو تو تیسری تدبیر قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ اسے ہلکی پھلکی تھپڑ رسید کی جائے تاکہ وہ اپنی بداخلاقی اور ترش مزاجی سے باز آجائے، مگر چہرہ یا جسم کے ایسے حصہ پر نہ مارے جس سے اس کو زیادہ تکلیف پہنچے۔ بیوی کو تھپڑ رسید کرنا بظاہر ایک مذموم حرکت معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا اس کی حکمت ومصلحت پر غور کیا جائے تو عقل اس

استاذ جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر یوپی

بات کو مانتی ہے کہ ایسے موقع پر یہی ہونا چاہیے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک عورت اپنی جان دینے کے لیے بالکل بضد ہو، لاکھ سمجھانے کے بعد بھی وہ اپنی ضد پر اڑی ہو تو ایسی صورت میں نہ چاہتے ہوئے بھی بچانے والے کا ہاتھ اٹھ جاتا ہے کہ یہ تم کیا کر رہی ہو؟ پاگل ہوگئی ہو کیا؟ یقیناً ایسے وقت میں ہاتھ اٹھانے والے کو ظالم نہیں سمجھا جاتا ہے اور نہ اس عمل پر اُسے برا بھلا کہا جاتا ہے۔

اگر یہ تیسری تدبیر یعنی بیوی کو ہلکی پھلکی تھپڑ رسید کرنا کارگر ثابت ہوگیا تو اس کے بعد شوہر کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ بیوی سے علاحدگی اختیار کرنے اور اسے طلاق دینے کا قطعًا کوئی بہانہ تلاش نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ بھلائی کا معاملہ کرے، ہاں اگر تیسری تدبیر بھی ناکارہ ثابت ہوئی تو اب طلاق دینے سے پہلے ایک آخری اور چوتھی تدبیر قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ شوہر کی جانب سے اور کچھ لوگ بیوی کی جانب سے مل بیٹھ کر یہ کوشش کریں کہ اللہ کی توفیق سے کسی طرح میاں بیوی کے درمیان تعلقات بہتر ہوجائیں اور ان دونوں میں نباہ کی کوئی صورت پیدا ہوجائے۔

(پارہ:۵، سورہ نساء، آیت:۳۴-۳۵)

لیکن اگر یہ چاروں تدبیریں فیل ہوگئیں اور عورت اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر بدستور قائم رہی تو اب شوہر کے لیے دو راستے ہیں، پہلا راستہ تو یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے بجائے اس پر صبر کرلے اس امید پر کہ اللہ رب العزت اس کی وجہ سے اس کے لیے "خیر کثیر" کا سامان پیدا کردے، یا پھر اسے طلاق دے کر اس سے علاحدگی اختیار کرلے۔ لیکن اب بھی طلاق دینے سے پہلے بار بار سوچے کہ کہیں طلاق دینے کے بعد پچھتاوا تو نہیں ہوگا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے لیے بے چین تو نہیں ہوں گے؟ اگر شوہر ہر اعتبار سے غور و فکر کر چکا ہے اور بڑے بزرگوں سے رائے مشورہ بھی کر چکا ہے اور بیوی کو طلاق دینا ہی چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ یکبارگی ایک سانس میں جتنی چاہے طلاق دے دے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاق دی اور آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ " میں ابھی موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جا رہا ہے۔" (سننِ نسائی) رسول اللہ ﷺ کا اس قدر اظہارِ ناراضگی جہاں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاق، تین طلاق ہے، وہیں اس جانب بھی رہنمائی کرتا ہے کہ یکبارگی تین طلاق دینا انتہائی مذموم عمل ہے، ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بڑا مجرم ہے۔

بلکہ طلاق دینی ہی ہو تو ایک طلاق دی جائے، وہ بھی اس وقت دی جائے جب کہ بیوی حیض میں نہ ہو اور اس سے اس پیریڈ میں ہمبستری بھی نہ کی گئی ہو۔ طلاق دینے کے بعد تین مہینے انتظار کیا جائے، اگر ان تین مہینے کے اندر بیوی کے رویہ میں کچھ تبدیلی ہو یا شوہر کو اس بات کا احساس ہو کہ بیوی سے علاحدگی اختیار نہیں کرنی چاہیے تو وہ طلاق سے رجوع کرلے ورنہ بحسن وخوبی اسے علاحدگی اختیار کرلی جائے۔

(پارہ:۲، سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۹)

قارئین! آپ ذرا غور فرمائیں کہ طلاق کے بارے میں قرآن میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ کس قدر معتدل اور صاف ہیں کہ ایک جانب اس بات پر زبردستی نہیں کی گئی ہے کہ تم جب کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لے چکے ہو تو اب گزارا اسی کے ساتھ کرنا ہوگا خواہ بیوی کتنی بدمزاج اور بدچلن ہی کیوں نہ ہو اور اس کی وجہ سے پوری زندگی اجیرن بن کر ہی کیوں نہ رہ جائے حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ شوہر کا ہاتھ خود اپنے گلے تک یا بیوی کے گلے تک پہنچ جائے جیسا کہ آج کل اس طرح کے حادثات کثرت سے ہو رہے ہیں جب کہ دوسری جانب والدین کے بعد سب سے زیادہ میاں بیوی کے رشتے کو اہمیت دی گئی تاکہ زوجین اس رشتہ کو مٹی کا گھروندا تصور نہ کریں کہ بچوں کی طرح جب چاہا توڑ دیا اور جب چاہا بنا لیا بلکہ طلاق دینے سے پہلے ہزار بار سوچے، پھر سوچے، پھر سوچے تاکہ طلاق دینے کے بعد پچھتاوا اور خجالت وشرمندگی نہ ہو۔

تین طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کا جو فیصلہ آیا ہے، اس سے مسلمانوں کو درس عبرت لینے اور اس پر ہڑبونگ مچانے کے بجائے سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے اور عملاً یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمانوں کے نزدیک اسلامی احکام اور قرآن وسنت کی ہدایات پر عمل کرنا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تاکہ غیروں کے دلوں میں اس کی اہمیت وعظمت کا کچھ پاس ولحاظ پیدا ہو۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل کو غلامی کرلو

☆☆☆☆

فقہی تحقیق

سپریم کورٹ کا فیصلہ

امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ

مولانا محمد قمر عالم اشرفی جامعی

تقریباً ایک سال کی طویل کشمکش اور لمبی نوک جھونک کے بعد سپریم کورٹ نے چھ مہینے تک کے لیے لگائی تین طلاق پر پابندی اور مرکزی حکومت کو اس سلسلے میں دیا قانون بنانے کا حکم۔ اگر بات صرف تین طلاق پر پابندی کی ہوتی تو عدالت کے اس فیصلہ کا اسلامک لا، یا مسلم پرسنل لا سے کوئی ٹکراؤ نہ تھا کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا منشا بھی یہی ہے کہ یکبارگی تین طلاق نہ دی جائے۔ لیکن عدالت کا یہ فیصلہ جاری کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو طلاق کے بارے میں قانون بنانے کا آرڈر جاری کرنا ہندوستانی مسلمانوں کی بڑی جمہوریت کے لیے عظیم تشویش کا باعث ہوسکتا ہے کہ آئندہ چھ مہینے کے بعد حکومت کی جانب سے طلاق کے سلسلے میں جو قانون تشکیل دیا جائے گا وہ قانون کس صورت میں آئے گا؟ تین طلاق کے نافذ العمل ہونے کی صورت میں یا کسی اور شکل میں؟

بہر حال اس وقت مسلم قائدین وذمہ داران پر ناگزیر ہے کہ وہ مسلم معاشرہ کے افراد کو طلاق کے سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی تلقین کریں تاکہ یکبارگی تین طلاق دینے کی نوبت نہ آئے چہ جائے کہ اس کے نافذ العمل ہونے یا نہ ہونے کا سوال کھڑا ہو اور اس کی وجہ سے ہم کسی بھی طور پر زنا جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کرکے اپنی نسل کو تباہ اور اپنی عاقبت کو برباد کریں۔

طلاق کے بارے میں قرآن وحدیث میں بڑی تفصیل آئی ہے ،قرآن پاک میں تو متعدّد مقامات پر اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے، بلکہ اللہ رب العزت نے طلاق کے عنوان سے ایک سورہ ہی نازل فرمایا ہے۔ طلاق کے بارے میں قرآن وحدیث میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ بہت صاف ستھری اور ہر انصاف پسند عقل مند آدمی کے لیے قابلِ تسلیم ہیں۔

شوہر اور بیوی کے تعلقات کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے سب سے پہلی ہدایت یہ دی ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کو اپنی بیوی بنایا ہے تو تازندگی وہ کوشش کرے کہ بیوی جیسی بھی ہو، اس سے علاحدگی اختیار نہ کرے ،بلکہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے اور اس کی تلخی وبدمزاجی پر صبر کرے۔ (پارہ:۴، سورہ آل عمران، آیت:۱۹)

ہاں اگر بیوی بداخلاقی وترش مزاجی میں اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ شوہر کو اس بات کا غالب گمان ہو کہ اگر اس سے علاحدگی اختیار نہ کی جائے تو زندگی اجیرن بن کر رہ جائے گی اور کوئی ایک ،یا دونوں کسی بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھیں گے تو اس صورت میں شریعتِ اسلامیہ نے نہ چاہتے ہوئے شوہر کو طلاق دینے کی اجازت دی ہے ،مگر اس سے پہلے اس نے مرحلہ وار چار تدبیریں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے سب سے پہلی تدبیر یہ بیان کی ہے کہ جہاں تک ہوسکے بیوی کو سمجھائے کہ اگر تمھارا یہی رویّہ رہا تو ہم دونوں کے لیے بڑی مصیبت کھڑی ہوسکتی ہے ،اگر بال بچہ دار ہو تو اسے بتائے کہ دیکھو! ہم دونوں کے ناخوش گوار تعلقات کے باعث ہمارے بچوں کا مستقبل خطرے میں پڑسکتا ہے۔ اپنی بیوی کو ایک بار نہیں بار بار سمجھائے۔ جب تک شوہر کے بس میں ہو سمجھائے، وہ جتنا زیادہ سمجھائے گا اللہ کی بارگاہ میں اتنا ہی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

اگر سمجھانا بجھانا کارگر نہ ہو تو شوہر دوسری تدبیر اختیار کرے اور اپنی بیوی کا بستر الگ کردے کہ ممکن ہے کہ بستر الگ کرنے کی وجہ سے بیوی کے اندر کچھ احساس ندامت ہو اور وہ اپنی شرارت سے باز آئے۔

اگر دوسری تدبیر بھی کارآمد نہ ہو تو تیسری تدبیر قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ اسے ہلکی پھلکی تھپڑ رسید کی جائے تاکہ وہ اپنی بداخلاقی اور ترش مزاجی سے باز آجائے، مگر چہرہ یا جسم کے ایسے حصہ پر نہ مارے جس سے اس کو زیادہ تکلیف پہنچے۔ بیوی کو تھپڑ رسید کرنا بظاہر ایک مذموم حرکت معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا اس کی حکمت ومصلحت پر غور کیا جائے تو عقل اس

استاذ جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر یوپی

بات کومانتی ہے کہ ایسے موقع پر یہی ہونا چاہیے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک عورت اپنی جان دینے کے لیے بالکل بضد ہو، لاکھ سمجھانے کے بعد بھی وہ اپنی ضد پر اڑی ہو تو ایسی صورت میں نہ چاہتے ہوئے بھی بچانے والے کا ہاتھ اٹھ جاتا ہے کہ یہ تم کیا کر رہی ہو؟ پاگل ہوگئی ہو کیا؟ یقیناً ایسے وقت میں ہاتھ اٹھانے والے کو ظالم نہیں سمجھا جاتا ہے اور نہ اس عمل پر اُسے برا بھلا کہا جاتا ہے۔

اگر یہ تیسری تدبیر یعنی بیوی کو ہلکی پھلکی تھپڑ رسید کرنا کارگر ثابت ہوگیا تو اس کے بعد شوہر کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ بیوی سے علاحدگی اختیار کرنے اور اسے طلاق دینے کا قطعاً کوئی بہانہ تلاش نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ بھلائی کا معاملہ کرے، ہاں اگر تیسری تدبیر بھی ناکارہ ثابت ہوئی تو اب طلاق دینے سے پہلے ایک آخری اور چوتھی تدبیر قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ شوہر کی جانب سے اور کچھ لوگ بیوی کی جانب سے مل بیٹھ کر یہ کوشش کریں کہ اللہ کی توفیق سے کسی طرح میاں بیوی کے درمیان تعلقات بہتر ہو جائیں اور ان دونوں میں نباہ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

(پارہ:۵، سورہ نساء، آیت:۳۵-۳۴)

لیکن اگر یہ چاروں تدبیریں فیل ہوگئیں اور عورت اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر بدستور قائم رہی تو اب شوہر کے لیے دو راستے ہیں، پہلا راستہ تو یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے بجائے اس پر صبر کرلے اس امید پر کہ اللہ رب العزت اس کی وجہ سے اس کے لیے "خیر کثیر" کا سامان پیدا کردے، یا پھر اسے طلاق دے کر اس سے علاحدگی اختیار کرلے۔ لیکن اب بھی طلاق دینے سے پہلے بار بار سوچے کہ کہیں طلاق دینے کے بعد پچھتاوا تو نہیں ہوگا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے لیے بے چین تو نہیں ہوں گے؟ اگر شوہر ہر اعتبار سے غور وفکر کر چکا ہے اور بڑے بزرگوں سے رائے مشورہ بھی کر چکا ہے اور بیوی کو طلاق دینا ہی چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ یکبارگی ایک سانس میں جتنی چاہے طلاق دے دے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاق دی اور آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ "میں ابھی موجود ہوں اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے۔" (سننِ نسائی) رسول اللہ ﷺ کا اس قدر اظہارِ ناراضگی جہاں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاق، تین طلاق ہے، وہیں اس جانب بھی رہنمائی کرتا ہے کہ یکبارگی تین طلاق دینا انتہائی مذموم عمل ہے، ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بڑا مجرم ہے۔

بلکہ طلاق دینی ہی ہو تو ایک طلاق دی جائے، وہ بھی اس وقت دی جائے جب کہ بیوی حیض میں نہ ہو اور اس سے اس پیریڈ میں ہمبستری بھی نہ کی گئی ہو۔ طلاق دینے کے بعد تین مہینے انتظار کیا جائے، اگر ان تین مہینے کے اندر بیوی کے رویہ میں کچھ تبدیلی ہو یا شوہر کو اس بات کا احساس ہو کہ بیوی سے علاحدگی اختیار نہیں کرنی چاہیے تو وہ طلاق سے رجوع کرلے ورنہ بحسن وخوبی اسے علاحدگی اختیار کرلی جائے۔

(پارہ:۲، سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۹)

قارئین! آپ ذرا غور فرمائیں کہ طلاق کے بارے میں قرآن میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ کس قدر معتدل اور صاف ہیں کہ ایک جانب اس بات پر زبردستی نہیں کی گئی ہے کہ تم جب کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لے چکے ہو تو اب گزارا اسی کے ساتھ کرنا ہوگا خواہ بیوی کتنی بدمزاج اور بدچلن ہی کیوں نہ ہو اور اس کی وجہ سے پوری زندگی اجیرن بن کر ہی کیوں نہ رہ جائے حتیٰ کہ نوبت بایں جا رسید کہ شوہر کا ہاتھ خود اپنے گلے تک یا بیوی کے گلے تک پہنچ جائے جیسا کہ آج کل اس طرح کے حادثات کثرت سے ہو رہے ہیں جب کہ دوسری جانب والدین کے بعد سب سے زیادہ میاں بیوی کے رشتے کو اہمیت دی گئی تاکہ زوجین اس رشتہ کو مٹی کا گھروندا تصور نہ کریں کہ بچوں کی طرح جب چاہا توڑ دیا اور جب چاہا بنا لیا بلکہ طلاق دینے سے پہلے ہزار بار سوچے، پھر سوچے، پھر سوچے تاکہ طلاق دینے کے بعد پچھتاوا اور خجالت وشرمندگی نہ ہو۔

تین طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کا جو فیصلہ آیا ہے، اس سے مسلمانوں کو درسِ عبرت لینے اور اس پر ہڑبونگ مچانے کے بجائے سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے اور عملاً یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمانوں کے نزدیک اسلامی احکام اور قرآن وسنت کی ہدایات پر عمل کرنا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، تاکہ غیروں کے دلوں میں اس کی اہمیت وعظمت کا کچھ پاس ولحاظ پیدا ہو۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
ملت احمد مرسل کو غلامی کرلو

☆☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

مرحومہ فہمیدہ بیگم کے مال کی تقسیم

(۱) مرحومہ فہمیدہ بیگم کے نام سے ایک مکان اور ایک دو کان ہے اور مرحومہ کی چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ لڑکا امریکہ میں مقیم ہے، مرحومہ نے انتقال سے تقریباً ۱۰ سال قبل ایک وصیت نامہ لکھا تھا کہ میرا مکان میری لڑکی فریدہ بیگم کو ملے گا اور دو کان باقی پانچ لڑکیوں کو ملے گی۔ لڑکا اگر امریکہ سے آکر اپنا حق طلب کرے تو اس کو مکان سے دس لاکھ روپے دیا جائے گا، لیکن مرحومہ زبان سے یہی کہتی تھی کہ میرا ترکہ شریعت کے مطابق ہی تقسیم ہوگا۔ مرحومہ کا انتقال ہوئے دو سال ہو چکے ہیں اور میراث تقسیم نہیں ہوئی، جب کہ مرحومہ کی دو لڑکیاں ضرورت مند بھی ہیں، مرحومہ کی ایک لڑکی صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود اس پر قبضہ جمائے بیٹھی ہے، تقسیم نہیں کر رہی ہے تو ایسی عورت کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے، جو میراث کو تقسیم نہ ہونے دے؟

(۲) مرحومہ کی میراث کی تقسیم کس طریقہ سے کی جائے، وصیت کے مطابق یا شریعت کے مطابق۔ شریعت کے مطابق کس کو کتنا حصہ ملے گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

(۱) اس لڑکی پر فرض ہے کہ دوسرے حق داروں کے حصے سے اپنا قبضہ ہٹا لے اور سب کو اپنے اپنے حصے سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے، دوسروں کے مال پر بلا اجازت قبضہ جمائے رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا، یا اپنے کام میں لانا حرام وگناہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ. (النساء:۲۹)

لہٰذا وہ لڑکی فہمیدہ بیگم کے ترکے سے اپنا قبضہ ہٹائے اور شرعی طور پر اس کے حق داروں میں تقسیم کردے، یا کرادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) فہمیدہ بیگم کے وارثین میں اس کے باپ، ماں، شوہر نہ ہوں تو اس کا ترکہ ضروری پیشگی حقوق کی ادائیگی کے بعد آٹھ برابر سہام پر تقسیم ہو کر دو حصے اس کے بیٹے کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ اس کی ہر بیٹی کو۔ ارشادِ باری ہے:

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. (النساء:۱۱)

وارثوں کے حق میں وصیت نافذ نہیں، مگر یہ کہ تمام وارثین راضی ہوں تو اس کی وصیت کے مطابق سب کو حصہ دیا جائے اور راضی نہ ہوں تو درج بالا تقسیم کے مطابق ہر ایک کو حصہ دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے امام کا رسیدوں میں گڑبڑی کرنا اور جھوٹ بولنا کیسا ہے؟

(۱) مسجد کے نام سے لیے گئے چندے کی رسیدوں میں امام صاحب کا ہیرا پھیری کرنا اور ان کو سپرد کی گئی رقم کم کر لینا کیا جائز ہے؟

(۲) جھوٹ بول کر لوگوں سے مال (پیسہ) وصول کرنے والے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) امام صاحب کا جماعت کو شبینہ ہی تراویح ہے بتانا کیا درست ہے؟

(۴) بے ایمانی اور خیانت کر کے مسجد کے چندے میں گڑبڑی کرنے والے اور جھوٹ بول کر لوگوں سے پیسہ وصول کرنے والے امام کے پیچھے کیا نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب

(۱-۲-۳-۴) مسجد کی رسید میں تبدیلی کر کے اس کے روپے دبا لینا، جھوٹ بول کر لوگوں سے روپے، پیسے وصول کرنا اور امانت میں خیانت کرنا، فریب دینا حرام وگناہ ہے، اگر یہ باتیں امام سے متعلق ثابت و عام ہوں تو وہ فاسق معلن ہے، اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) تراویح کی نماز اگر رات کے اکثر حصے میں طویل قراءت کے

ساتھ پڑھی جائے تو یہ تراویح بھی شبینہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام مسجد سے متعلق چند شرعی مسائل

(۱) کیا بغیر کسی شرعی عذر کے امام کو ہٹایا جاسکتا ہے؟
(۲) کیا امامِ جمعہ کی اجازت یا شرکت کے بغیر جمعہ ہوگا؟
(۳) کیا عیدین کی نماز مسجد ہذا میں بغیر امام مذکور کی اجازت کے ہو سکتی ہے؟
(۴) کیا ایسے مفتی کے فتوے پر عمل کیا جاسکتا ہے جو بدمذہبوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور چائے پان کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ صلح کلی ہیں؟ امام مذکور اور بکر کے بارے میں جو حکم شریعت کا عائد ہوتا ہے ادلہ شرعیہ کی روشنی میں جواب صادر فرمائیں، بکر وغیرہ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے اکثر لوگ بدمذہبوں کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ جہاں چاہیں وہاں پڑھیں اور اس نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی۔
(۵) مسجد کا ذمہ دار (متولی) کیسا ہونا چاہیے؟ از روے شرع بیان فرمائیں۔

الجواب

آپ بالترتیب اپنے سوالات کے جوابات ملاحظہ کریں:
(۱) وجہِ شرعی کے بغیر امام کو امامت سے ہٹانا جائز نہیں، عوام مسلمین پر لازم ہے کہ شرعی فیصلہ خود نہ کریں بلکہ ذمہ دار مفتیِ دین سے رجوع کریں اور وہاں سے جو ہدایات ملیں انھیں پر کاربند ہوں۔ امامت سے ہٹانے کی وجہِ شرعی کیا ہے اور وہ امام میں موجود ہے یا نہیں اس کا فیصلہ مفتیِ دین ہی کو کرنا چاہیے، وہ اگر ہٹانے کا حکم دیں تو ہٹائیں ورنہ خاموش رہیں۔ ارشادِ باری ہے:
و اولی الامر منکم. واللہ تعالیٰ اعلم.
(۲) جمعہ قائم کرنے کا حق قاضیِ اسلام کو ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں اس کی پوری تحقیق ہے، اس کی اجازت کے بغیر اگر عوام از خود کسی کو امام مقرر کرلیں تو حکم ہوگا کہ نماز نہ ہوئی، الا یہ کہ وہاں نظام قضا معطل ہو اور عوامِ مسلمین باتفاق راے کسی اہل کو امامِ جمعہ مقرر کرلیں۔ عام طور پر ہمارے دیار کے ائمۂ جمعہ قاضیِ اسلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۳) ٹھیک یہی حکم نمازِ عیدین کا بھی ہے، جیسا کہ فقہا نے صراحت فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۴) یہ شخص نام کا مفتی ہے یا کام کا، کام کے مفتی نہ بدمذہبوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ کچھ کھاتے پیتے ہیں اور نہ ہی سب کو صلح کلی کہتے ہیں۔ اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں تو وہ لائقِ اعتماد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۵) مسجد کا متولی صالح، امانت دار اور امورِ متعلقہ کو صحیح طور پر انجام دینے والا ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ بندی اور زکات کا ایک اہم مسئلہ

نوٹ بندی کے تقریبًا ایک سال بعد صندوق میں رکھا ہوا قدیم کرنسی میں گیارہ ہزار روپیہ ملا جو ایک لفافہ میں ہے، جس کے اوپر زکاۃ لکھا ہوا ہے، اب جب کہ نوٹ بندی کو ایک سال ہو چکے ہیں، اگر اس کو باہر بنیوں کے وہاں بدلیں تو مقررہ روپیہ سے کم قیمت ملنے کا امکان ہے، تو جو رقم کم ہوتی ہے اس کی بھرپائی ہمارے ذمہ ہے یا شرعًا ہم اس سے بری ہیں، ظاہر ہے یہ غلطی سے رہ گیا ہے نہ کہ دانستہ۔ بینک میں تبدیلی کے امکانات اور اس کی دقتوں سے حضرت خوب واقف ہیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

زکات کی ادائیگی کے لیے فقیر کو مالک بنانا ساتھ ہی قبضہ دینا ضروری ہے۔ جب زکات کی رقم آپ کے پاس رکھی رہی، اگرچہ بھول سے سہی، فقیر کو مالک و قابض نہ کیا تو زکات ہرگز ادا نہ ہوئی، رائج روپیہ سے یہ پوری زکات ادا کی جائے، بھول کی وجہ سے یہ راحت ملے گی کہ ادائیگی میں تاخیر کا گناہ نہ ہوگا۔

فرض کیجیے آپ کے ذمہ کسی کا قرض ہو، جسے ادا کرنے کے لیے آپ نے روپے الگ کر کے رکھ لیے، بھول سے ادائیگی میں دیر ہوئی، یہاں تک کہ ان روپیوں کا چلن جاتا رہا تو ظاہر سی بات ہے اس کی وجہ سے قرض معاف نہ ہوگا، بلکہ رائج روپیوں سے ادائیگی لازم ہوگی، وہی حال یہاں بھی ہے کہ زکاۃ بندے کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوشل میڈیا کے منفی اثرات

مولانا محمد علی قاضی

آج کے جدید دور میں جدید ٹیکنالوجی اور خصوصاً جدید نظامِ مواصلات سے فائدہ اٹھانے والے خوب خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔حج کا سفر مہینوں میں ہوتا تھا اب چند گھنٹوں میں طے ہوتا ہے،بے شمار لوگ عمرہ پر جارہے ہیں اور جنھوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کرپائیں گے مگر آج آسانی سے اور کم از کم کرائے اور خرچے پر سفر کررہے ہیں اور بار بار کررہے ہیں۔پہلے ہم کپڑے دھوتے تھے اب مشین ہمارے کپڑے دھوکر اور سُکھا کر ہمیں دے دیتی ہے،پہلے ہم سیڑھیوں پر چڑھتے تھے مگر اب ٹیکنالوجی کی برکت سے سیڑھیاں خود اب ہمیں لے کر اوپر چڑھ جاتی ہیں،پہلے حساب کرنے کے لیے کافی محنت کرنا پڑتا تھا مگر اب کیلکولیٹر ہمیں سیکنڈوں اور منٹوں میں لاکھوں کا حساب وکتاب بالکل صحیح صحیح دے دیتا ہے اور پہلے ریل،بس اور پلین کا ٹکٹ بنوانے کے لیے شہروں میں مختلف دفتروں کا چکر لگانا پڑتا تھا مگر اب گھر بیٹھے انٹرنیٹ کا استعمال کرکے دنیا میں ہم جہاں جانا چاہیں وہاں کا ٹکٹ خود بنالیں۔اسی طرح جدید نظامِ مواصلات کا کرشمہ دیکھئے کہ گھر بیٹھے آپ ساری دنیا کی سیر کررہے ہیں ،ساری دنیا کے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں، سن رہے اور بلکہ ان سے بات چیت بھی کررہے ہیں۔پہلے ہمیں کوئی تحریر لکھنا ہوتا تو قلم اور کاپی کا استعمال کرنا پڑتا تھا مگر اب موبائل،لیپ ٹاب کے آجانے کے بعد صرف انگلیوں کی معمولی سی حرکت سے ہم جتنا چاہیں لکھیں اور لکھا ہوا محفوظ کرلیں۔بغیر ڈاک خانے گئے جہاں چاہیں فوراً اسے روانہ کردیں بلکہ ہماری تحریر کے مل جانے کا یقین بھی علی الفور ہمیں میسر آجاتا ہے،پہلے ہمیں پیغام پہنچانے کے لیے یا پیغام پانے کے لیے ہفتوں انتظار کرنا پڑتا تھا مگر اب سیکنڈوں میں ہمارا پیغام دور دراز تک کی منزل تک پہنچ بھی جاتا ہے اور اس کا جواب بھی ہمیں بعجلت میسر آجاتا ہے،پہلے قرآن شریف پڑھنے کے لیے قرآن کریم ہاتھ میں لینا پڑتا تھا مگر اب موبائل آن کیجیے قرآن آپ کے سامنے حاضر ہے اور اتنا ہی نہیں قرآن کی کسی آیت کو فوری معلوم کرنے کے لیے ایک حافظ قرآن سے دریافت کرنا پڑتا تھا مگر اب حافظ قرآن کے بتانے سے پہلے آپ کے موبائل میں محفوظ نظام آپ کو سیکنڈوں میں قرآن کریم کی جس سورے کی جس آیت کو بھی چاہیں گے آپ کو بتلادے گا۔یہ سب کیا ہے موبائل اور انٹرنیٹ کا عظیم کرشمہ ہی تو ہے۔مگر افسوس کہ آج ٹی وی، موبائل، واٹس اپ ،فیس بک اور ٹویٹر انسانیت کے لیے ایک بھاری مصیبت اور بلکہ قیامت سے پہلے قیامت بن گئے ہیں۔اب موبائل اور واٹس اپ اس طرح ہماری زندگی کا حصہ بن گئے ہیں کہ ہم ماں باپ کو چھوڑ سکتے ہیں،بیوی بچوں کو چھوڑ سکتے ہیں،رشتہ داوروں اور اپنے دوستوں عزیزوں کو چھوڑ سکتے ہیں مگر موبائل فون اور واٹس اپ کو نہیں چھوڑ سکتے۔سچ پوچھیے تو ہمیں مقدس قرآن سے زیادہ موبائل عزیز ہوگیا ہے، حضور کی احادیث سے زیادہ موبائل محبوب ہوگیا ہے اور اپنے مقدس ماں باپ سے زیادہ موبائل میں مصروف رہنا عزیز ہوگیا ہے۔مچھر تو صرف رات میں پریشان کرتے تھے مگر یہ موبائل کم بخت رات دن ہمیں پریشان کرتا ہے۔ہماری بیوی ہمیں بلائے تو ہم اُسے رپلائی کرنے میں تاخیر کرسکتے ہیں مگر جب یہ موبائل فون آواز لگاتا ہے تو ہم سب کچھ چھوڑ کر حتی کہ خدا کی عبادت کو بھی ترک کرکے اُس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔گھر میں مہمان آئے تو برکت آتی ہے مگر جب سے بچوں ،جوانوں اور عورتوں کے ہاتھ میں موبائل آگیا ہے اور واٹس اپ کا سلسلہ شروع ہوا ہے گھر میں مہمان تو کیا چور بھی آجائے اور چوری کرکے چلا بھی جائے ہمیں خبر نہیں ہوتی۔ہم نے سڑکوں پر سگنل میں دیکھا ہے کہ لڑکیاں سگنل کراس کرتے وقت بالکل بن داس ہوکر موبائل کا استعمال کرتی چلی جارہی ہیں انہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ کہیں سے کوئی تیز رفتار کار یا اسکوٹر سامنے یا پیچھے سے آجائے اور انہیں ہلاک کردے۔آیئے پہلے ہم اس کے مثبت ومفید پہلوؤں پر گفتگو کرلیں۔

مثبت پہلو!

☆۲۹ رمضان کو چاند نظر آنے کی تصدیق فون اور موبائل سے ہوتی تھی مگر اب ہمارا یقین دوبالا ہوگیا جب کہ واٹس اپ کے ذریعے سے ہم تمام نے ۲۹ تاریخ کی شام کو بعد غروب آفتاب پورا آسمان ،پورا مطلع اور صاف صاف ہلال شوال کو بھی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا جو بلاشبہ

mohamedali_saki@yahoo.co.in

واٹس اپ کی کرشمہ سازی ہی تو ہے۔

☆سوشیل میڈیااورواٹس اپ کی مدد سے راتوں رات کتنے گم نام لوگ مشہور زمانہ ہوگئے اور کتنے ہی گلی کوچوں کے نامعلوم سیاسی وسماجی کارکن رکن اسمبلی،پارلیمینٹ کے ممبرحتیٰ کہ وزیراعلیٰ کے عہدے پرفائز ہوگئے۔

☆ سچ یہ ہے کہ سوشیل میڈیا،گوگل اورواٹس اپ کا ہم اپنی اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کے مقاصد کے تحت اگراستعمال کریں توہم دینی اور دنیوی دونوں نکتہ ءنظر سے اپنے آپ کوہر میدان میں کامیاب بنا سکتے ہیں ۔مذہب جان سکتے ہیں ،سائنس جان سکتے ہیں ،زبان وبیان سیکھ سکتے ہیں ،میڈیکل سائنس کی معلومات حاصل کرسکتے ہیں ،ہر ملک کی جانکاری پاسکتے ہیں ،ہر قوم کی تاریخ وتہذیب معلوم کرسکتے ہیں اور کون ساایسا میدان علم وعمل اور محاذ فکر وفن ہے جس کی تفصیلات ہم انٹرنیٹ اورواٹس اپ کے وسیلے سے پانہیں سکتے ؟

موبائل وسوشیل میڈیا کے تاریک وھلاکت خیزپھلو!

☆موبائل جھوٹ بولتا ہے ،جھوٹ سکھاتا ہے اور جھوٹ کے دروازوں کوکھولتا ہے۔آپ گھر پر ہیں موبائل وفون پر مخاطب کوبتارہے ہیں کہ میں باہر ہوں ،آپ شہر میں موجود ہیں مگر اپنے موبائل کرنے والے سے کہہ رہے ہیں کہ میں شہر میں نہیں ہوں بلکہ شہر سے دور ہوں ۔موبائل پر بات کرنے والا آپ سے بالکل قریب ہے مگر موبائل کہہ رہا ہے (دسترس سے دور)۔موبائل میں رنگ سنائی دے رہی ہے مگر ہم نے اپنے موبائل کوگھرمیں رکھ دیا ہے تاکہ فون کرنے والے کو بہانہ بتایاجاسکے کہ میں نے تو موبائل گھر پر چھوڑ دیا تھا،چارجنگ پر لگادیا تھایا خاموشی کی کیفیت میں ڈالدیا تھاوغیرہ وغیرہ۔اگرکسی سے ملاقات نہ کرنی ہویابات نہ کرنی ہو اور ملنے کی مصیبت نہ مول لینی ہوتو بالکل آسان طریقہ ہے کہ موبائل بند کردو۔اورفون کئے بغیر کسی کوبات کرنا ہے تاکہ کرنسی کا بوجھ ہم پر نہ ہو،اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسڈکال کرو۔ ہم سب بخوبی واقف ہیں کہ اکثر ہم موبائل پر کسی کوکال کرتے ہیں نمبر اورنام قطعی درست ہوتے ہیں مگر باوجود اس کے رانگ نمبر بتلاتا ہے۔آپ موبائل پر کسی اہم شخصیت سے محوگفتگو ہیں مگر اچانک درمیان سے فون خود بخود کٹ جاتا ہے،کبھی کبھی خاموش ہوجاتا ہے اور اکثر (یکطرفہ)ہوجاتا ہے۔جب موبائل میں اتنی خرابیاں ہیں توبھلاصرف اس پر بھروسہ کرکے کوئی کاروائی کرنا،بھڑک جانااور پُرطیش وغضب رد عمل کا اظہار کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے ؟آپ خود غور فرمائیں ۔ اس سے بھی بھیانک صورتحال تو واٹس اپ کی ہوگئی ہے۔یوں سمجھیے کہ لمحوں نے خطاکی تھی صدیوں نے سزاپائی ہے والا مصرعہ سوفی صد واٹس اپ پر صادق آتا ہے۔آج جس قدر منفی،شرانگیز اور تباہ کن طریقے سے واٹس اپ کا استعمال ہورہا ہے کہ اللہ کی پناہ ۔ واٹس اپ آگ لگاتا ہے،تباہی مچاتا ہے،بستیوں کے پرامن ماحول میں خلفشار مچاتا ہے اور قلیل ترین وقت میں وسیع ترین فساد برپاکردیتا ہے۔ابھی حال ہی میں کرناٹک کی حزب مخالف پارٹی بی جے پی نے آئندہ سال منعقد ہونے والے اسمبلی انتخابات کی تیاری کے پیش نظر ووٹرس تک پہنچنے کے لیے پانچ ہزار واٹس اپ گروپ تشکیل دینے کا فیصلہ کرچکی ہے۔کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ سوشیل میڈیا تک پہنچنے کے لیے لوگ Facebook & Twitter سے زیادہ Wahtsapp کا بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں چنانچہ اخبار دکن ہیرالڈ لکھتا ہے:

"As a part of its election strategy, the state BJP is planning to creat at least 5,000 Whatsapp groups in a bid to reach out to the electorate ahead of the next year's assembly polls. BJP IT Cell state convenor K Amresh said ,Whatsapp is turning out to be the best social media connect. Our internal survey has revealed that people stay connected more to Whatsapp rather than Facebook and Twitter(D.H.Tuesday,27th Jone,2017 Hubballi-Dharwad .)

کرناٹک کی حزب مخالف بی جے پی کا منصوبہ ہے کہ اترپردیش کی طرز پر ذرائع ابلاغ کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرکے ووٹرس کی ذہن سازی کی جائے۔اس کے لیے انہوں نے علاقائی اورضلعی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دے دی ہیں ۔ان کمیٹیوں نے دس ہزار سے زیادہ واٹس اپ گروپس بنالیے ہیں۔

اسی طرح گزشتہ سال امریکی صدارتی انتخابات میں بھی سوشیل میڈیا کا خوب خوب استعمال کیاگیا اور نتیجے میں ٹرمپ جی کامیاب ہوئے۔چنانچہ امریکہ کے صدر جناب ڈونالڈ ٹرمپ جی نے امریکی میڈیا اور ان کے درمیان بڑھتے ہوئے تنازع کے تناظر میں ،کہاہے کہ انہوں نے ۲۰۱۶ کا امریکی قومی الیکشن سوشیل میڈیا ہی کی مدد سے جیتا ہے۔وہ کہتے ہیں :

The fake and fraudulent News Media is working hard to convince Republican and others I should not use social media---but

remember, I won the 2016 election with interviews, speeches and social media,"Trump said on Twitter. D.H.Hubballi-Dharwad july,3,2017 .

گویا امریکی صدر ایک جانب امریکی میڈیا وپریس کو جھوٹ اور دھوکہ دہی کا پلندہ بھی کہہ رہے ہیں تو دوسری جانب خود سوشیل میڈیا کی تعریف بھی کرتے ہیں کہ میں نے الیکشن میں کامیابی اسی کی بنیاد پر حاصل کی ہے۔اب کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے ؟یہ ہم عوام کی عدالت پر چھوڑ دیتے ہیں ۔ مورخہ ۲۷ جون ۲۰۱۷ کے انگریزی اخبار دکن ہیرالڈ میں ایک مضمون واٹس اپ کی خرابیوں کے بارے میں تفصیل سے شائع ہوا ہے جس میں کئی سچے واقعات وحقائق کی روشنی میں واٹس اپ کی تباہ کاریوں کا چرچہ کیا گیا ہے ۔یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نفرت کا ایسا آلہ ہے کہ جس میں بظاہر قوم پرستی کا غصہ نظر آتا ہے مگر درحقیقت اس غصے میں اکثر فرقہ پرستی چھپی ہوئی ہوتی ہے ۔ ہندوستانی واٹس اپ کا عالمِ پیغام رسانی اب اِن باتوں سے مغلوب ومکدر ہو چکا ہے۔کیونکہ مفت اور گمنام استعمال کی وجہ سے اجنبی اور عجیب وغریب باتوں کے پھیلانے کا ملک میں یہ محبوب ومرغوب ترین ذریعہ بن گیا ہے ۔ماہرین کا کہنا ہے کہ ہندوستان کے ۱۸اکروڑ لوگ انٹرنیٹ کا استعمال

کرتے ہیں جن میں کہ ٦٦فی صد شہری اور ۸۵ فی صد دیہات کے رہنے والے سوشیل میڈیا کو جاننے کے لیے روزانہ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں ۔ ہندوستان میں فی الحال ۳۰ کروڑ سمارٹ فون ہیں ،جن میں کے اکثر بالکل سستے داموں میں ملتے ہیں جو چین دیش کے بنے ہوئے ہوتے ہیں ۔دنیا کے ایک ارب واٹس اپ استعمال کرنے والوں میں سے بیس کروڑ لوگ تو صرف ہندوستان میں موجود ہیں اس طرح سے ہمارا دیش دنیا میں اپس (app's) کی سب سے بڑی منڈی ہوگئی ہے۔۔۔واٹس اپ کی خرابیوں اور تباہ کاریوں کے بارے میں کئی تلخ حقائق کا ذکر کرتے ہوئے مضمون نگار کہتے ہیں واٹس اپ نے جدید دور میں غلط فہمی اور نفرت کے انگاروں کو بھڑکانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔اس مضمون میں جھارکھنڈ، اترپریش، مظفر نگر، پونہ اور دیش کے کئی علاقوں ،شہروں اور دیہاتوں میں واٹس اپ کی پھیلائی ہوئی جھوٹی سچی خبروں کی وجہ سے رونما ہونے والی تباہیوں کا ذکر موجود ہے

واٹس اپ نے لوگوں کو اتنا غیر یقینی (confused) بنادیا ہے کہ آج کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ؟کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟اور کون قاتل ہے اور کون سپاہی ؟کچھ پتہ نہیں لگتا۔یہاں کی خلط ملط دنیا میں چھوٹا بڑا ہے تو پھر وہی بڑا چھوٹا بھی،ہیرو زیرو ہے تو پھر وہی زیرو ہیرو بھی، خیر خواہ فتنہ پرور ہے تو پھر فتنہ پرور وشر انگیز ہمدرد و خیر خواہ بھی اور پرایا اپنا ہے تو اپنا ہی اجنبی بھی ۔الغرض واٹس اپ نے سب کو سخت تشویش میں ڈالدیا ہے اور سب کو اپنے اپنے حقیقی سمت سے دور کردیا ہے گویا ہم سب ہیں ۔آج کے سوشیل میڈیا نے ہمارے بچوں ،بچیوں اور جوانوں کو بڑی تیزی کے ساتھ مخرب اخلاق عمل وکردار کا عادی بنادیا ہے جس کا بظاہر کسی بھی مذہب کے ماننے والے کے پاس عملاً کوئی توڑ نظر نہیں آتا ہے۔موبائل پر بچوں کا مسلسل گھنٹوں مشغول رہنا اس قدر خطرناک ونقصان دہ ہے کہ بچوں کی صحت پر اور ان کی آنکھ پر اثر پڑتا ہے اور وہ تنہائی پسند ہوجاتے ہیں ۔لطیفہ!ہمیں شکایت ہے کہ بچوں نے موبائل کو خراب کردیا مگر ہم بھول گئے کہ موبائل نے بچوں کو بھی تو خراب کردیا ہے۔ہر ماں باپ آج اپنے بچوں کے حوالے سے سخت پریشان ہیں کہ آخر کریں تو کیا کریں اور کس طرح انٹرنیٹ اور واٹس اپ کی برائیوں سے بچوں کو دور رکھیں ؟مسلمان بچے نماز سے پہلے ،قرآن پڑھنے سے پہلے اور اپنے ماں باپ کا چہرہ دیکھنے سے پہلے واٹس اپ کھولتے ہیں پھر کوئی دوسرا کام کرتے ہیں ۔فیس بک کے صحیح وغلط استعمال پر ایک جانکار نے بڑی اچھی وضاحت پیش کی ہے جو مجھے خود واٹس اپ ہی سے دستیاب ہوئی ہے جسے میں آپ تمام کے ساتھ بھی شیئر کرنا چاہونگا۔خلاصہ یہ ہے کہ فیس بک میں دو لفظ مستعمل ہوئے ہیں جس کے معنی ہوتے ہیں چہرہ اور جس کے معنی ہیں کتاب ۔قرآن کریم میں قیامت کی منظر کشی بیان کی گئی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان وعمل صالح والے چہرے روشن ہوں گے اور بدکار وگنہگار چہرے سیاہ وبدصورت ہوں گے ۔ارشاد ہوتا ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ یعنی اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ۔اسی طرح قرآن حکیم میں ہے کہ ہر انسان کی اچھائی اور اس کی برائی کا تعویذ اس کے گلے میں ڈالدیا گیا ہے جو اس کا نامہ ٔ اعمال ہوگا۔اور جسے قیامت میں اس کے روبرو کھلی ہوئی کتاب کی شکل میں اس کے سامنے پیش کردیا جائے گا ۔ارشاد ہوتا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُوْرًا یعنی ہر انسان کے گلے میں ہم نے اس کی اچھائی اور برائی لٹکادی ہے جسے ہم قیامت کے روز ایک کھلی ہوئی کتاب کی شکل میں اس کے لیے نکالیں گے ۔اور ایک جگہ یوں ہے اِقْرَاء كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا یعنی قیامت میں کہا جائے گا تیری کتاب اعمال کھول کر پڑھ آج تیرا حساب لینے کو تو خود ہی کافی ہے ۔اب جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت میں اس کا چہرہ (face) روشن ہو اور اس کے نامہ ٔ اعمال کی کتاب (book)

اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ فیس بک کے ذریعے مثبت ومفید، کارآمد اور اچھی باتیں شیئر کرے، سیو کرے، پوسٹ کرے اور اپلوڈ کریں اور منفی ومضر، مہلک وضرر رساں اور بری باتوں کو سیو کرنے، شیر کرنے، پوسٹ کرنے اور اپلوڈ کرنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کرے۔۔۔چونکہ یہ برائی ہمارے بچوں اور جوانوں میں زیادہ ہے اس لیے اس سلسلے میں والدین کی ذمہ داری کے حوالے سے قرآن حکیم نے بہت پہلے ہی ماں باپ کو سخت تنبیہ وتاکید کی ہے کہ وہ اپنی اولا پر نظر رکھیں۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے: یا ایھاالذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراوقودھا الناس والحجارۃ (التحریم۶۶آیت ۶) ترجمہ! اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں

سوشیل میڈیا کا ایک بھیانک ونفرت انگیز عمل یہ بھی ہے کہ لوگوں کے مخفی عیوب کی پردہ دری کی جائے اور شریف لوگوں کو معاشرے میں ذلیل کیا جائے اور گئے گزرے فتنوں اور تاریخ ماضی کے قبرستان میں دفن مردوں کو اکھاڑ کرکے شر پھیلا جائے۔ جب کہ قرآن حکیم ہمیں حکم دیتا ہے کہ قال انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق (الاعراف ۷ آیت ۳۳) ترجمہ! تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو اُن میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی۔

سچ ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان سے پریس ومیڈیا اٹھ جائے تو شہروں سے آدھا فساد ختم ہو جائے یا فساد وہیں کا وہیں رہ جائے۔ اس سلسلے میں یہ حسب ذیل تازہ ترین سائبر کرائم کے ذریعے دریافت کیا گیا واقعہ پڑھئے تو آپ بھی حیران ہو جائیں گے۔

واقعہ! ابھی حال فی الحال میں بنگلور کی پولیس نے ایک آئی آئی ٹی کے تعلیم یافتہ نوجوان ابھی نو سری واستو کو گرفتار کیا کہ اس نے آدھار کی تفصیلات چرائی تھی۔ مگر جب اسے گرفتار کیا اور اس سے پوچھ گچھ شروع کی تو سائبر کرائم پولیس کی حیرانی اُس وقت بڑھ گئی جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مجرم نوجوان کی ٹیکنیکی قابلیت اس درجہ عظیم وحیرت انگیز ہے کہ جو خود سائبر کرائم پولیس اس کی صلاحیت کے سامنے مسحور ہو گئی ہے اور وہ اُس نوجوان کو اپنے ڈیپارٹمنٹ کے لیے ایک معاون کی حیثیت سے ملازمت دینے کی خواہشمند ہو گئی۔ اخبار کی یہ رپورٹ آپ بھی پڑھئے:

It in not uncommon for the police to be smitten by criminals for thier skills. Bengaluru City Police, who were investigating the Adhar data leak through an app developed by IIT graduate Abhinav Srivastav, are so fascinated by the latter's tech skills that they wish they could hire him as a cyber expert .

(D.H.August,10,2017.Hubballi-Dharwad).

مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر میڈیا وپریس ایماندار ی وصداقت کی قسم کھالیں تو بے شک وہ پیغمبرانہ مشن کے ایک عظیم نمائندے اور ایک عظیم مصلح وناصح کا رول ادا کرسکتے ہیں۔ کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے کہ میڈیا وپریس کی غلط بیانی، مبالغہ آرائی اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے کی ناپاک روش نے امن ومحبت سے معمور بستیوں کو تخریب ونفرت کے انگاروں سے جہنم بنا دیا ہے تو کئی دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ میڈیا وپریس کی صدق بیانی، برملا اعلان واظہارِ حقیقت اور حالات وحادثات کی بعینہ ترجمانی وواقعہ نگاری نے مظلوموں کی دادرسی اور کمزوروں کی ہمدردی وخیر خواہی کا فریضۂ انصاف وانسانیت بھی ادا کیا ہے۔ میڈیا کے مثبت ومنفی رول وکردار کے متعلق ویسٹ بنگال میں رونما ہونے والے حالیہ ہندو مسلم فسادات کے تناظر میں انگریزی اخبار دکن ہیرالڈ (۱۶/ جولائی ۲۰۱۷ء) میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی ہے، جس میں میڈیا کے کردار پر ایک عنوان بھی ہے۔ ہم یہاں پر اس کا خلاصہ اور اردو ترجمہ انگریزی متن کے ساتھ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کو میڈیا کے مفید ومہلک پہلوؤں کی صحیح صحیح جانکاری مل سکے۔

It all began with a Facebook post by a 17-year-old boy. Post goes viral,shops and other buildings torched on june 30. Mobs attack people and damage cars. 65-year-old Kartik Ghosh attacked by mob, dies. Riots spread to Baduria, Deganga and Swarupnagar. There were retaliatory attaks too.

For the first time in decades, the mass media in Bengal reported a communal riot. For decades, journalists followed an unwritten code.They believed reporting would add fuel to fire. Even Babri Masjid demolition and Godhra riots did not get much attention. The theory was being debated within the media for some time. There were barely any reports on Basirhat in the first two days. But lots of rumours spread through the social media. From the third day

onwards, the print and electronic media began reporting. Reporting started following a press meet by cm. Media reports helped in containing unrest by quashing rumours. CM accused two national channals for adding fuel to fire, but praised state media.

(D.H. Sunday Spotlight,July 16,2017).

خلاصہ !ایک سترہ سالہ لڑکے نے فیس بک میں بسیرہٹ شہر میں فسادکی خبر دی جس کے بعد مکانوں اور کاروں پر حملہ شروع ہوا، کارتک نامی ایک شخص پر ہجوم نے حملہ کیا اور وہ مرگیا۔پھر فرقہ ورانہ فسادات دوسرے شہروں میں پھیل گئے۔ایک دوسرے پر حملوں کے سلسلہ کا آغاز ہوگیا۔کئی دہائیوں کے بعد پہلی دفعہ میڈیا نے بنگال میں فرقہ ورانہ فسادات کی خبر دی۔کیونکہ فرقہ ورانہ فسادات کے معاملے میں میڈیا رپورٹنگ کے حوالے سے ایک خاص قسم کی سمجھداری کے پابند تھے۔وہ جانتے تھے کہ رپورٹنگ جلتی میں تیل کا کام کرے گی۔اس لیے براری مسجد کی شہادت اور گودھر کے واقعات بھی یہاں لوگوں کو مشتعل نہ کرسکے۔المختصر وزیر اعلی محترمہ ممتا بینرجی سے گفتگو کے بعد بسیرہٹ کے واقعات کی رپورٹنگ ہوئی جس کے بعد افواہوں پر کنٹرول ہوا۔وزیر اعلیٰ نے صوبائی پریس کی تعریف کی جب کہ دو قومی ٹی وی چینلس پر دنگے بھڑکانے کا الزام لگایا۔۔۔ غور کر کے دیکھئے تو آج سوشیل میڈیا تک پہنچنے کے جتنے ذرائع ہیں اُن سب کا استعمال اکثر وبیشتر عام لوگوں کو بھڑکانے،ورغلانے اور سخت وشدید اور فوری وتباہ کن ردعمل ظاہر کرنے کے لیے ہی کیا جارہا ہے۔قرآن حکیم نے زمین اور سمندر میں پھیل جانے والے ظلم وشر کی طرف بہت پہلے ہی لوگوں کو باخبر کردیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ظهرالفساد فی البروالبحر بما کسبت ايدی الناسِ (الروم آیت ۴۱)ترجمہ !پھیلی خرابی خشکی اور تری میں اُن برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں۔

گویا ہر طرف شر ہی شر ہے بلکہ ہر شر کے جواب میں دوسرا شر تیار ومنتظر ہے اور ہر جانب فتنہ ہی فتنہ ہے اور ہر ایک فتنہ کے ردوجواب میں ایک ہی نہیں بلکہ کئی کئی فتنے انسانی بستیوں میں آگ لگانے کے لیے نظر جمائے کھڑے ہیں۔اس لیے اے مسلمانو اور اے نوجوانو!(الف) بے ہودہ باتوں سے بچو۔ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خٰشعون والذین هم عن اللغومعرضون. (المومنون ۲۳آیت ۳)ترجمہ !بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع برتتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔

اے مسلمانو اور اے نوجوانو!جو بات،جو کام اور جو شئ تمھارے مطلب کی نہیں ہے اُس سے گریز کرو اس میں دلچسپی نہ دکھاؤ ہمارے نبی معلم انسانیت واخلاق ﷺ نے کا ارشاد ہے: قال رسو ل الله ﷺ من حسن اسلام المرء ترك مالايعنيه یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ اُن تمام باتوں سے پرہیز کرے جو اس سے متعلق نہ ہوں۔

اے مسلمانو اور اے نوجوانو!کوئی بے ہودہ بات دیکھو تو اُسے پھیلانے اور لوگوں کو ورغلانے سے سختی سے گریز کرو۔اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے: ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فی الذين آمنوا لهم عذاب اليم فی الدنيا والآخرة والله يعلم وانتم لاتعلمون.(النور۲۴آیت۱۹) ترجمہ!وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں براچرچہ پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

اے مسلمانو اور اے نوجوانو!جن باتوں ، جن کاموں اور جن لوگوں سے بستیوں میں فساد پھیل جائے اُن سے دور رہو اور ہرگز شر وفساد پھیلنے نہ دو۔اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں رکھتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے: ويسعون فی الارض فساد ا والله لايحب المفسدين (المائدہ۵ آیت ۶۴)ترجمہ !اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔

اے مسلمانو اور اے نوجوانو! ہر طرح کے شر وفتنہ سے بچو اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرو احسان کرنے میں اونچ نیچ،ذات پات اور رنگ ونسل کا بھید بھاؤ نہ کرو۔اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے : واحسن كما احسن الله اليك ولاتبغ الفساد فی الارض ان الله لايحب المفسدين(القصص ۲۸آیت ۷۷)ترجمہ ! اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور اے مسلمانو اور اے نوجوانو! ہمیشہ نیکی اور پرہیزگاری میں ضرور ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی میں ہرگز کسی کی مدد نہ کرو اگرچہ وہ تمھارا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے: وتعانوا على البر والتقوى ولا تعانوا على الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله سريع الحساب (المائدہ آیت ۲)ترجمہ!اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

☆☆

عاشورۂ محرم، مروّجہ تعزیہ داری اور معمولات

مولانا محمد امام الدین قادری نوری مصباحی

کسی بھی حال میں باطل کی پیروی نہ کرو
یہ سر کٹانے کا مطلب علی کے لعل کا ہے

مروجہ تعزیہ داری جو صدہا خرافات و ممنوعات پر مشتمل ہے، جس کے حرام و ناجائز ہونے پر دو صدی قبل سے علمائے اہلِ سنت کے مشاہیر عظیم المرتبت علمائے کرام و فقہائے عظام مثلاً حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں اور مجددِ اعظم امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں اور فقیہِ اعظم ہند صدر الشریعہ حضرت العلام امجد علی علیہ الرحمہ مصنفِ بہارِ شریعت علیہ الرحمہ نے بہارِ شریعت میں نیز دیگر علمائے اہلِ سنت و مشائخ عظام نے فتاوے صادر فرمائے۔ یہاں تک کہ اس کے حرام و ناجائز ہونے پر علمائے اہلِ سنت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ یاد رکھیں کہ گنبدِ خضریٰ کا جو نقشہ بنایا جاتا ہے وہ اصل گنبدِ خضریٰ کی نقل و تمثال ہوتا ہے، اس لیے جائز ہے۔ کوئی خر دماغ اگر مختلف قسم کے من مانے ڈھانچے بنا کر گنبدِ خضریٰ قرار دے تو مجرم و گنہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل فریب و دھوکا اور حرام و ناجائز ہوگا۔

ایسے ہی سیدنا حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ پاک یا اس کے اوپر بنے ہوئے گنبد کا صحیح نقشہ یا اس کی نقل و تمثال بنائے تو بلاشبہہ جائز و مباح ہے، لیکن مختلف قسم کے فرضی من مانے ڈھانچے بنا کر اسے روضۂ حسین یا گنبد، حسین کہنا فریب کاری و دھوکا دہی ہے جو حرام و ناجائز ہے۔ اور کسی فرضی چیز کو کسی معظم دینی کی طرف منسوب کرنا نری جہالت و گمراہی ہے اور یہی رائجہ تعزیہ داری ہے جو مزید منکرات و ممنوعات شرعیہ پر مشتمل ہے۔

مثلاً ہر تعزیہ میں فرضی قبریں بنانا، تعزیہ کو جنازۂ حسین کہہ کر اٹھانا، اس کی تعظیم کرنا، جھک جھک کر سلام کرنا، منتیں ماننا، ماتم کرنا، سوگ منانا، باجا گاجا، ڈھول تاشا بجانا وغیرہ۔ جس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت، فتاویٰ عزیزیہ، رسالہ تعزیہ داری وغیرہ کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غیر مروجہ تعزیہ وہ ہے جو تمام منکرات و ممنوعات سے خالی ہو اور صرف روضۂ امام عالی مقام یا اس پر بنے ہوئے گنبد کا صحیح نقشہ اور اس کی نقل و تمثال بنائی جائے۔ فافھم۔

معمولات یومِ عاشورا:

پیارے سنی صحیح العقیدہ مسلمانو! ماہِ محرم الحرام بڑا بابرکت اور عظمت والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں نیکیوں کا ثواب اور گناہوں کا وبال بڑھ جاتا ہے۔ اس مہینے میں ایک دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ خصوصاً دسویں محرم الحرام عاشورا کے دن کا روزہ فرض تھا، رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ استحباب باقی ہے، بہتر یہ ہے کہ ۹/۱۰/ محرم الحرام دو دن روزے رکھے جائیں اور اگر ہو سکے تو شروع کے دس دن روزہ رکھیں تو کیا کہنا نورٌ علیٰ نور ہے۔

مشہور زمانہ ولی کامل قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سیدنا شاہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز نے روے زمین کے عظیم المرتبت مشائخِ عظام اور اولیاے کاملین کے جن معمولات کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ حق اور صحیح ہے، ان پر عمل کرنے سے بفضلہٖ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کامیابی و سرخروئی حاصل ہوگی۔

تارک السلطنت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فقیر مشرق سے مغرب تک مشائخ روے زمین سے ملا سب کا یہی معمول تھا، (جو کہ اعمالِ عاشورا میں لکھا گیا ہے، جس کی تفصیل وظائف اشرفی میں ملاحظہ فرمائیں) اور تمام اولیاے روے زمین کا یہ بھی معمول تھا کہ دس باتیں دس محرم الحرام کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اول غسل، دوسرے نمازِ عاشورا، تیسرے روزہ، چوتھے آنکھ میں سرمہ لگانا، پانچویں یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرنا، چھٹے دو مسلمانوں میں صلح کرا دینا، ساتویں کھانا زیادہ پکوانا اور بچوں کو کھلانا، آٹھویں ملاقات حاکم کی کرنا، نویں عیادت مریض کی کرنا، دسویں دعاے

مغفرت والدین وجمیع مومنین کرنا۔(وظائف اشرفی،ص:٦٥)

مختصر تشریح:

(۱)غسل:اس دن غسل کرنا مستحب و باعثِ ثواب بھی ہے اور سال بھر مہلک بیماریوں سے نجات بھی۔

(۲)نمازِ عاشورا: بحمدہٖ تعالیٰ بسکھاری کی اکثر مسجدوں میں نمازِ عاشورا اور دعاے عاشورا وغیرہ پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہے،جس کے بے شمار فوائد ہیں۔جس کی تفصیل وظائفِ اشرفی میں ص:٦٢ تا ٦٧ پر مذکور ہے۔

(۳)روزہ:جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔

(۴)آنکھ میں سرمہ لگانا: یہ سنتِ رسول بھی ہے اور آنکھوں کی بینائی کے لیے حفاظت بھی۔

(۵)یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرنا: یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے اور یتیم کے سر کے بال کے برابر نیکیوں کا حصول بھی۔

(٦)دو مسلمانوں میں صلح کرادینا: اگر دنیاوی یا ذاتی رنجش کی وجہ سے سنی مسلمانوں میں دوری یا کسی طرح کی دشمنی ہو تو اسے دور کرنا اور آپس میں صلح کرادینا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔

(۷) کھانا زیادہ پکوانا اور بچوں کو کھلانا: ایسا کرنے سے پورے سال بھر اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل کی رحمت سے کاروبار میں برکت اور رزق میں وسعت حاصل ہوگی۔

(۸)ملاقات حاکم کی کرنا: اگر مسلمان حاکم نہ ملے تو کسی سنی صحیح العقیدہ عالمِ دین سے ملاقات کرنا اور دعائیں لینا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔

(۹) عیادت مریض کی کرنا: یہ کام بھی باعثِ ثواب اور سنتِ رسول ﷺ ہے۔

(۱۰) دعاے مغفرت والدین و جمیع مومنین کرنا: یہ کام بھی نہایت اہم اور بے پناہ کارِ ثواب کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مہینہ محرم الحرام خصوصاً دسویں محرم کو زیادہ سے زیادہ نیک کام انجام دیں اور ناجائز و گناہ کے کاموں سے دور رہیں۔صدقات، خیرات، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی وغیرہ امورِ خیر انجام دے کر بارگاہ امام عالی مقام سید الشہدا حضرت امام حسین و امام حسن و دیگر شہداء کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں نذر پیش کر کے اجرِ عظیم و خوشنودیِ امام عالی مقام حاصل کریں۔

یومِ عاشورا یومِ صبر و رضا ہے:

شریعت کے مسائل عقل اور قیاس آرائی سے حل نہیں ہوتے، بلکہ قرآن و حدیث، اجماعِ امت اور اقوال ائمہ و فقہا کے ذریعہ حل ہوتے ہیں۔بڑے بڑے مصائب و آلام کے وقت بھی شریعتِ مطہرہ نے صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی تلقین فرمائی ہے۔

قرآن حکیم میں رب تبارک و تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ.(البقرة:١٥٣)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔(کنزالایمان)

اس آیتِ کریمہ میں ایمان والوں کو (صاف اور واضح) حکم دیا گیا ہے کہ آلام و مصائب کے وقت صبر اور نماز سے استعانت (مدد) حاصل کرو۔یعنی آلام و مصائب کے وقت صبر و رضا اور استقامت کا مظاہرہ ہو اور نمازوں کی کثرت، اس پر عمل کرنے والوں کو مژدہ سنایا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ.

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مزید ابتلا و آزمائش کے وقت مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو بشارت دی۔

اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ.(البقرة:١٥٧)

یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔(کنزالایمان)

سبحان اللہ! البتہ مصائب و آلام کے وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا یا پریشاں حال دکھائی پڑنا، یہ صبر و رضا کے منافی نہیں، جیسا کہ خواب میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کو دیکھا گیا، لیکن چیخنا، چلانا، کپڑے پھاڑنا، ماتم کرنا، سینہ کوبی اور نوحہ خوانی کرنا، بلند آواز سے آہ و بکا کرنا، تجدیدِ غم کر کے سوگ وغیرہ منانا ضرور منافیِ صبر و رضا ہے جو ممنوع و حرام ہے۔حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو منہ پر طمانچہ مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔اسی طرح متعدد حدیثوں میں ان سب کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔کسی مصیبت کے وقت غم کا ہونا

اور ہے اور غم کا منانا اور۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ غم کا ہونا اس کی ممانعت نہیں، اور غم منانے کا مطلب یہ ہے کہ غم والم کے اسباب مہیا کیے جائیں اور ماضی کے غم کو تازہ کرکے آہ و بکا کیا جائے، رونا پیٹنا اور نوحہ خوانی وغیرہ کی جائے یہ سب منع و ناجائز ہیں اور نماز، روزہ اور دیگر فرائضِ دینیہ یہ سب تو شعائر اللہ سے ہیں جو ہم سب پر شریعتِ مطہرہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں اس لیے ہم (اہلِ سنت و جماعت) اسے نہیں چھوڑ سکتے۔

اغیار یعنی بدمذہب نمازیں پڑھیں یا نہ پڑھیں، روزہ رکھیں یا نہ رکھیں، ہمیں اس سے کیا مطلب۔ ہمیں تو صرف شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنی ہے۔ اور تعزیہ داری کرنا، تجدیدِ غم والم کرنا، ماتم کرنا، سینہ کوبی کرنا، نوحہ خوانی وغیرہ کرنا، یہ سب عندالشرع ممنوع و حرام ہیں اور علاماتِ رفض و شعائرِ رفض سے ہیں۔ اس لیے ان سب چیزوں سے دور رہنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

ہم (اہلِ سنت و جماعت) ان سب چیزوں سے اس لیے دور و نفور رہتے ہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے ان سب چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اغیار یعنی بدمذاہب کے کرنے نہ کرنے سے ہمیں کیا لینا دینا اور کیا غرض ہے۔ اغیار یعنی روافض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ سب چیزیں ان کے مذہبی شعار سے ہیں اور اگر ہم بھی روافض کے شعار کو اپنا لیں تو ہم بھی عندالشرع سخت مجرم ٹھہریں گے۔

حدیثِ پاک میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ اسی قوم میں شمار ہوگا۔

جنابِ من! اگر یومِ عاشورا یومِ غم ہوتا اور اس میں سوگ منانے کی کچھ اہمیت ہوتی تو واقعۂ کربلا کے ظہور کے بعد موجودہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاے کرام، بزرگانِ دین خصوصًا اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ضرور بالضرور یومِ عاشورا کو بطورِ غم والم مناتے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی نے بھی یومِ عاشورا کو بطورِ غم و الم نہیں منایا۔ (لہٰذا ثابت ہوا کہ یومِ عاشورا یومِ صبر و رضا ہے)

دسویں محرم اور رسموں کی خرابیاں:

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

محرم کا مہینہ نہایت مبارک مہینہ ہے، خاص کر عاشورا کا دن بہت ہی مبارک ہے کہ دسویں محرم جمعہ کے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر تشریف لائے اور اسی تاریخ اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی اور فرعون دریا میں غرق ہوا، اسی دن اور اسی تاریخ میں سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا کے میدان میں شہادت پائی اور اسی جمعہ کے دن اور غالبًا دسویں محرم کو قیامت آئے گی، غرضے کہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم بہت مبارک دن ہے۔

اسلام میں سب سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان شریف کے روزوں سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر اس دن کا روزہ اب بھی سنت ہے لہٰذا ان دنوں میں جس طرح نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے، اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی زیادہ ہے۔

تعزیہ داری اور علم نکالنا، کودنا، ناچنا، یہ وہ کام ہیں جو یزیدی لوگوں نے کیے تھے کہ امام حسین و دیگر شہداے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سر نیزوں پر رکھ کر ان کے آگے کودتے، ناچتے، خوشیاں مناتے ہوئے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق یزیدِ پلید کے پاس لے گئے۔ باقی اہلِ بیت نے نہ کبھی تعزیہ داری کی اور نہ عَلم نکالے، نہ سینے کوٹے، نہ ماتم کیے، لہٰذا اے مسلمانو! ان مبارک دنوں میں یہ کام ہرگز نہ کرو ورنہ سخت گنہگار ہوگے۔ خود بھی ان جلوسوں اور ماتموں میں شریک نہ ہوں اور اپنے بچوں، بیویوں، دوستوں کو بھی روکو، رافضیوں کی مجلس میں ہرگز شرکت نہ کرو بلکہ خود اپنی سنیوں کی مجلس کرو، جس میں شہادت کے سچے واقعات بیان ہوں۔ (بحوالہ اسلامی زندگی)

مسئلہ: عشرہ محرم (دسویں محرم الحرام) میں مجالس منعقد کرنا اور واقعاتِ کربلا بیان کرنا جائز ہے، جب کہ روایاتِ صحیحہ بیان کی جائیں، مگر اس مجلس میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ذکر ہونا چاہیے تاکہ اہلِ سنت اور شیعوں کی مجلس میں فرق و امتیاز رہے۔

☆☆☆☆

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

جناب حافظ محمد عارف صاحب

مومن پور روڈ، 35/H/2 خضر پور، کولکتہ (مغربی بنگال)

انڈیا بک اسٹور

چوڑی پٹی چوک، کشن گنج (بہار)

دل کی دنیا

... ڈاکٹر ظہور احمد دانش

عید کے دنوں کی بات ہے کہ میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔گپ شپ ہو رہی تھی ۔ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی سنا رہا تھا۔ میں بہت غور سے سنتا چلا جا رہا تھا۔جب سے صحافت کی دنیا سے وابستگی ہوئی۔میں اب چیزوں کو تجزیاتی نظر سے دیکھتا ہوں۔اچھا مزے کی بات کہ میرا یہ عمل کوئی ارادۃً نہیں بلکہ عادت سی بن گئی ہے میں چیزوں کو کھنگالتا ہوں ۔سوچتا ہوں پرکھتا ہوں ۔خیر ان سب کی باتیں سن رہا تھا لیکن ان سب کی باتوں میں ایک قدر مشترک تھی۔وہ تھی یار !کسے کے دل میں نرمی ہی نہیں رہی ، محبت ہی نہیں دلوں میں ،دل میں احساس ہی نہیں رہا ہے۔دل مردہ ہو گئے ہیں ۔دلوں میں نفرت ہی نفرت ہے ۔یعنی دل ،دل ،دل بار بار اس کی گردان کی جا رہی تھی ۔ایسے میں نے سوچا کہ حقیقت ہے یہ دل کا ٹکڑا انسانی بدن کا مرکز ہے ۔سوچا کیوں نہ اس دل کے ہارے ہوؤں کو دل کے جیتنے ہی کا فن سیکھا دوں۔

ہم میں سے ہر شخص اس تاک میں رہتا ہے کہ میں رونق محفل بن جاؤں ۔لوگوں مجھ سے محبت کریں۔لوگوں کے دلوں میں میرے لیے جگہ بن جائے ۔تو پھر ایسے میں آپ کو کچھ کام کرنے ہوں گے ۔ جو کہ میں اس مضمون میں ذکر کر رہا ہوں ۔امید ہے کہ آپ اس کے خاطر خواہ نتائج محسوس کریں گے ۔

(۱)دوسروں کی خدمت و تواضع !! انسانی فطرت ہے کہ جو اس کے کام آتا ہے جو اس کے لیے کسی طور پر بھی خدمت کا عنصر رکھتا ہے۔ اس کے دل میں اس کے لیے جگہ بن جاتی ہے۔آئیے !میں یہ بات آپ کو اپنے آقا مدینے والے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں سمجھا تا ہوں۔

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

”خَيرُكُم خَيرُكُم لأهلِهِ وَأنَا خَيرُكُم لأهلِي“.

”تم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھائی والا وہ ہے۔جو اس کے گھر والوں کے ساتھ اچھائی کرتا ہے اور میں تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنے گھر والوں سے اچھائی کرنے والا ہوں “(سنن ابن ماجہ / حدیث / ۱۹۷۷کتاب النکاح / باب ۵۰، سنن الترمذی / حدیث / ۳۸۹۵ کتاب النکاح / باب ۶۴)

والدین کے دل میں اولاد کی قدر نہیں اولاد کے دل میں والدین کی قدر نہیں ۔رشتہ داروں میں باہم روابط نہیں دلی دوریاں ہیں۔اس کے لیے آسان نسخہ یہی ہے کہ خدمت کا جذبہ پیدا کریں۔خدمت دل کی دنیا کو مسخر کرنے اور محبت کے بیج کی آبیاری کا آسان نسخہ ہے ۔ہمیں تو اسلام دل جیتنے کے کیسے کیسے گُر سیکھاتا ہے۔جیسا کہ فرمانِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

” مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ .

جو کوئی اللہ اور آخرت کے دِن پر اِیمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو عِزت دے ۔(صحیح بخاری / حدیث / ۶۰۱۹کتاب الادب / باب ۳۱، سنن الترمذی / حدیث / ۱۸۲اکتاب الاِیمان / باب ۲۱،)

(۲)درگذر کریں۔آپ گھر میں ہیں یا دفتر میں کہیں پر بھی ہوں آپ کا واسطہ انسانوں ہی سے پڑتا ہے۔کہیں کسی کی تلخی تو کہیں کسی کی چرب زبانی تو کہیں کسی کا اکھڑپن آپ کا منتظر ہوتا ہے۔یہ معاشرے کے عمومی رویے ہیں۔ان رویوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑھے گا۔آپ چاہتے ہیں کہ انہی مزاجوں ورویوں میں جی کر دوسروں کے دل کی دنیا کو مسخر کر لیں تو پھر ایک نکتہ جان لیں کہ آپ درگزر کریں۔حلم سے کام لیں۔

میں آپ کو کبھی وقت ملا تو کسی دوسری تحریر میں اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعے سناؤں گا۔زیادتی کرنے والا ،بدتمیزی کرنے والا ،تلخی کرنے والا خود شکست خوردہ ہو کر آپ کے پاس آئے گا۔خاموشی اور صبر بہترین انتقام ہے ۔اپنی ایسی کسی خواہش کی تکمیل کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنے غصے کو قابو میں رکھنا "حِلم " ہے اور یہ ایسا عمل ہے جو لوگوں کے دِل جیتنے کے کامیاب نسخوں میں سے ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۝

ترجمہ کنز الایمان:”وہ جو اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور

رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں"۔(سورت (آل عمران (۳)/آیت ۱۳۴)

اور نبی اکرم ﷺ نے اِس رویے کو ہمیشہ ہی اپنائے رکھا ہے. جس کی بہت سی مثالیں سیرت مُبارکہ میں میسر ہیں۔قران مجید فرقانِ حمید میں دل جیتنے کے حوالے سے کتنا پیارا نسخہ کیمیا عطا فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الۡقَلۡبِ لَانفَضُّوا مِنۡ حَوۡلِكَ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي الۡأَمۡرِ فَإِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِينَ۔(پ ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

(۳) فراخ دلی اور نرم گوئی !! آپ کسی دوکان پر کھڑے ہوں سوداطلب کریں دوکاندار کا مزاج ترش ہو تو آپ کو برا محسوس ہوگا اسی طرح آپ دوکاندار ہوں اور گاہک کا لہجہ سخت ہو تو آپ کو بھی ناگوار گزرے گا۔لہٰذا نرمی سے باہم رہنے سے محبت بڑھتی ہے۔دل کی دنیا کے فاصلے مٹنے لگتے ہیں میں خود اپنی بات بتاؤں کہ میں کافی دور سے ایک دوکان سے دودھ لینے جاتا تھا صرف اور صرف اس دوکاندار کے انداز اور محبت بھرے لہجے کی وجہ سے۔یعنی اس نے اپنی نرمی سے میرے دل کی دنیا کو جیت لیا حالانکہ وہ دودھ مجھے مارکیٹ ریٹ پر ہی دیتا تھا لیکن اس کی نرمی اور مٹھاس نے میرے قلب پر گہرے نقوش چھوڑے۔

آیئے میں اپنی جان، اپنے مان، اپنی کل کائنات اپنے آقا ﷺ کے قول سے بتاتا ہوں۔میرے آقا ﷺ کے لبہائے جنبش فرمائی۔حکمت کے موتی جڑھنے لگے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى"۔

"اللہ اُس شخص پر رحم کرے جو فروخت کرنے میں سخاوت و نرمی کرتا ہے، اور جب خریداری کرتا ہے تو سخاوت و نرمی کرتا ہے، اور جب اپنا کوئی حق طلب کرتا ہے تو سخاوت و نرمی کرتا ہے"

(صحیح البخاری/حدیث ۲۰۷۶/کتاب البیوع/باب ۱۶)

اگر اس نرمی کے رویہ اور فراخدلی کو روا رکھا جائے تو ان شاء اللہ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں۔

(۴) دُوسروں کی زندگیوں میں خوشی وسکون مہیا کرنا: دل جیتنے کا ایک گر اور یاد رکھ لیجئے۔کہ آپ دوسروں کی زندگیوں میں خوشیاں لانے کا باعث بنیں۔اپنی خوشی کے لیے تو آپ ہلکان ہیں ہی لیکن دوسروں کی خوشیوں کے لیے اپنے حصّے کی کوشش تو کریں آپ دوسروں کی دنیا پر حکومت کریں گے۔

آیئے میں اپنے آقا ﷺ کے قول سے آپ کو سمجھاتا ہوں۔ فرمانِ مصطفی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.

نیکیوں میں سے کسی کام کو بھی کمتر نہ سمجھو، خواہ تُم اپنے (مُسلمان) بھائی کو مُسکرا ہی کر ملتے ہو (تو اسے بھی کمتر عمل نہ جانو)

(صحیح مسلم/حدیث ۶۸۵۷/کتاب البر والصلۃ والآداب/باب ۴۳)

ایک اور فرمانِ مصطفی ﷺ پڑھئے اور جھوم اُٹھیے کہ میرے آقا ﷺ نے ہمیں زندہ رہنے کے کامیاب زندگی گزارنے اور دوسروں کے دلوں میں رچ بس جانے کے کیسے کیسے طریقے عطا فرمائے ہیں۔سبحان اللہ!

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ سُرُورٍ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دِينًا، أَوْ تُطْرَدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِينَةِ، شَهْرًا، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ، مَلَأَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَلْبَهُ أَمْنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ مَشَى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى أَثْبَتَهَا لَهُ أَثْبَتَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدَمَهُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ الْأَقْدَامُ .(المعجم الكبير)

اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبُوب (لوگوں میں سے) وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے ہوتے ہیں، اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبُوب (کاموں میں سے) یہ کام ہے کہ تم کسی مُسلمان کو خوشی اور سکون مہیا کرو، یا اُس کی کوئی تکلیف دُور کردو، یا اُس کا قرض ادا کردو، یا اُس کی بھوک دُور کردو، اور مجھے اِس مسجد (نبوی) میں ایک مہینہ اعتکاف میں بیٹھنے سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ میں اپنے کسی (مُسلمان) بھائی کی مدد کے لیے اُس کے ساتھ (خواہ کچھ قدم ہی) چلوں، اور جو کوئی اپنے غصے کو روکے رکھتا ہے اللہ اُس کی پردہ داری فرماتا ہے، اور جو کوئی اپنے جوش کو قابو میں رکھتا ہے باوجود اِس کے کہ وہ اُس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو، تو قیامت والے دِن اللہ اُس کے دِل کو اَمن سے بھر دے گا، اور جو کوئی اپنے (مُسلمان) بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرنے کے لیے اُس کے ساتھ چلا یہاں تک کہ اُس کی ضرورت پوری کردی تو اللہ تعالیٰ اُس دِن اُس

کے قدم (پُل) صِراط پر مضبوط کردے گا جس دِن صِراط پر (سب ہی کے قدم) پھسل رہے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، والاوسط، والصغیر، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ/ حدیث ۹۰۶)

(۵) احترام دو احترام پاؤ!! دنیا کا یہ دستور ہے کہ ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ ہم کسی سے برے طریقے سے پیش آتے ہیں کسی کی تکریم نہیں کرتے تو ہمیں اس کے بدلے میں ایسا ہی ردِ عمل ملے گا اور اگر ہم کسی کا احترام کرتے ہیں۔ اسے عزت دیتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھ لیجیے۔ آپ بس میں سفر کررہے ہیں سیٹ پر براجمان ہیں۔ کسی بزرگ کو دیکھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں انھیں بیٹھنے کی جگہ دیتے ہیں۔ دیکھنے میں ایک چھوٹا سا عمل ہے لیکن اس عمل سے آپ نہ جانے کتنے دلوں میں برسوں زندہ رہیں گے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا.

"وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ سمجھی"۔ (سنن الترمذی/ ابواب البر الصلۃ)

(۵): نفیس گفتگو!! یعنی ایسی بات کرنا جو مخاطب پر اور سُننے والے پر کوئی منفی اثر مرتب نہ کرے، اُسے اُس کے رب اور اُس رب کے سچے دین کی طرف راغب کرنے والی ہو، اُسے نیکی اور بھلائی کی طرف مائل کرنے والی ہو، ایسی ہو کہ مخاطب اور سُننے والے کو اُس کی خامیوں سے آگاہی بھی ہوجائے اور برا بھی نہ لگے۔ الكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ۔ "پاکیزہ (جائز، اچھی، مُثبت) بات صدقہ ہے۔"

(۶) اِنکساری وعاجزی!!! عجز و انکساری والا رویہ مُسلمان کے لیے اس کی دُنیا اور آخرت میں بلندیوں کا اہم سبب ہے، بس اُسے اللہ کی رضا کے لیے اختیار کیا جائے۔

اِس کی خبر بھی ہمیں ہمارے محبوب رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ۔ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.

"صدقہ کرنے سے مال میں کچھ کمی نہیں ہوتی، اور اللہ کسی بندے کو اُس بندے کے درگزر والے رویے کی وجہ سے عِزت میں ہی بڑھا دیتا ہے، اور جب بھی کوئی بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اسے (درجات میں) بلند ہی کرتا ہے۔ (صحیح مُسلم/ حدیث ۴۶۸۹/کتاب البر والصلۃ والآداب/ باب ۱۹)

اگر ہم بھی اپنی نبی ﷺ کے بتائے اور سکھائے ہوئے اِس طریقے پر اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنے لگیں تو دُنیا میں لوگوں کے دِل اور آخرت میں اپنے رب کی رضا سے بلند رتبے حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) فراخ دِلی سے دُنیاوی مال و اسباب عطاء کرنا!! یہ عمل بھی لوگوں کے دِلوں میں خوشی پیدا کرنے کے اہم اسباب میں سے ہے۔ آپ کی بات قبول کرنے پر، آپ سے محبت کرنے پر اور آپ کا احترام کرنے پر دوسروں کو مائل کرنے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ لیکن یہ عمل کسی دُنیاوی مقصد کے لیے یا غیر ثابت شدہ دینی مقصد کے لیے نہیں کیا جانا چاہیے۔

(۸) دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالنا اور حکمت سے اصلاح کی کوشش!!! اس بات کو آپ میں آپ کو ایک واقعہ کے ذریعے سمجھاتا ہوں۔ ایک دیہاتی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ جس نے مسجد نبوی میں پیشاب کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے کچھ نہیں کہا، اگر ہم میں سے کوئی ہوتا تو شاید اُس پر کفر کا فتویٰ لگانے کے ساتھ ساتھ اُس کی خوب پٹائی بھی کرتا۔ یہ غلطی تھی لیکن اس غلطی کا ازالہ اتنے خوبصورت انداز میں فرمایا کہ وہ دوسروں کے لیے مثال بن گئی۔ یہ بھی دلوں پر حکمرانی کرنے کا ایک نسخہ ہے۔ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دِین دُنیا اور آخرت کی کسی خیر کا سوال کرنے کی بجائے زنا کرنے کی اجازت طلب کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے اُس کے ساتھ کس قدر شفقت اور نرمی والا رویہ اپنایا، یہاں تک کہ وہ مُطیع وفرمان بردار ہوکر بارگاہ نبوی سے نکلا۔

محترم قارئین! آیئے مل کر نفرتوں کی دنیا ختم کر کے محبت کے گلشن آباد کرتے ہیں۔ دوسروں کے دلوں میں جہاں ہمارے کردار و گفتار کے سنگ ریزے اور جھاڑیاں موجود ہیں انھیں پیار، محبت، عقیدت وانسیت کے گلوں سے رونق بہار بخشتے ہیں۔

ہمارے تعفن زدہ کاموں کی وجہ سے کسی کے دل کی دنیا میں کوئی آلودگی ہے تو آیئے اسے اخلاق حسنہ کے مشک و عنبر سے معطر معطر کردیں۔ تو پھر آج ہی کوشش کیجیے کہ ہم بن جائیں ہر ایک کے دل کی دھڑکن۔ اس دنیا میں بھی رہیں تابندہ اور جب عارضی وفانی دنیا سے کوچ کرجانے کے بعد بھی لوگوں کی دھڑکنیں ہمارے روشن کردار کی گواہ ہوجائیں۔ آپ موٹیویشنل ٹریننگز، کیریئر پلاننگ، میڈیکل مشوروں کے حوالے سے بھی ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں۔

☆☆☆

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اوران کی شہادت

محمد ہاشم قادری مصباحی

واقعہ کربلا کو آج تقریباً ۱۳۷۴ سال گذر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار (غمزدہ) سانحہ ہے کہ پورے ملت اسلامیہ کے دل سے محو (زائل) نہ ہو سکا۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ' اور بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر تھے۔ اسلامی تاریخ میں دورِ خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثرانداز ہوا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر بلا شک و شبہہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسلِ انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشت کربلا میں بہا تھا اس کے بدلے پوری ملتِ اسلامیہ ایک ایک قطرہ کے عوَض اشک ہائے رنج و غم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگا تار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لیے زندہ و جاویدہ بنا دیا تاکہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں آذان دی، منھ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعاء فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ''سبط رسول'' تھا و ریحانۂ رسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118)

اس لیے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبیر و شبر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃ۔ ترجمہ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 1186)

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ (اشرف المئو ید، صفحہ 70).

آپ کے فضائل: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے فرمایا حُسَیْنُ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ سے اور حضور اکرم ﷺ کو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی قرب ہے۔ گویا کہ دونوں ایک ہیں۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر حضور ﷺ کا ذکر ہے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوستی حضور سے دوستی ہے۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی (مشکوٰۃ صفحہ 571)

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ 605)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے۔ (نور الابصار صفحہ 114)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں

داڑھی مبارک میں داخل کردیں۔ حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ ” اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے (نور الابصار صفحہ 114)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے دو عالم ﷺ نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما۔ اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔ یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَۃَ
(نور الابصار صفحہ 114)

اور مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ الْیَوْمَ آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (اشرف المئو یہ، صفحہ 65)

اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحب زادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ ھُمَا رُیْحَانِیْ مِنَ الدُّنْیَا حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں ۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

اس حدیث پاک کی ترجمانی حضرت مولانا احمد رضا خان نے بڑے پیارے انداز میں فرمائی ہے۔

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا :ھٰذَانِ اِبْنَایَ وَ اِبْنَا اِبْنَتِیْ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔ اور پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 570)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا:

مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضُھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی (اشرف المئویہ صفحہ ۷۱)۔ ایک دن نبی کریم علیہ السلام اپنی بیٹی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدہ کونین نے عرض کی ابا جان آج صبح سے میرے دونوں شہزادے حسن وحسین گم ہیں اور مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ ابھی حضور علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول علیہ السلام انھما فی مکانٍ کذا وکذا و قد وکل بھما ملك یحفظھما یعنی دونوں شہزادے فلاں مقام پر لیٹے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔ حضرت زہرا سے فرما دو کہ وہ پریشان نہ ہووے۔ (نزھۃ المجالس جلد 2 صفحہ 233)

پس حضور علیہ السلام اس مقام پر گئے تو دونوں شہزادے آرام کر رہے تھے اور فرشتے نے ایک پر نیچے اور دوسرا اوپر رکھا ہوا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ570 . ترمذی شریف جلد 2 صفحہ218)

یتیموں اور مسکینوں سے آپ کا حسن سلوک: یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام واکرام ہے۔ رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے (پارہ ۲۹ رکوع ۱۹) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے

ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت و خواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ ان آیات کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ نے ان کی صحت کے لیے تین روزوں کی منت مانی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آکر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل رب کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان وعظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لیے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام واکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

آپ کی شہادت کی شہرت: سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت بھی شہرتِ عام ہو گئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابہ کبار و اہل بیت کے جان نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانہ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے۔ (مشکوٰۃ صفحہ 572)

اور ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اِبْنِیْ اَلْحُسَیْنُ یُقْتَلُ بَعْدِ بِاَرْضِ الطَّفِ میرا بیٹا میرے بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔ اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118)

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے کہا اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُه' آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھا دوں۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118)

اور ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور

اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی اِنَّ وَلَدِیْ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْ بَلَاءِ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ اور ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گذرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آل محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کیے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 572. خصائص کبریٰ جلد 2 صفحہ 126)

آپ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ نوجوان جنتیوں کا سردار قرار دیا۔ اور ان کی محبت کو ایمان کا حصہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ "اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما" بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق وباطل اور امام حسین: امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق و باطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۵۶ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہوگئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کردیا۔ تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اسکی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا۔ اور یہ اعلان کردیا کہ

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حُرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا۔ اس لیے تحقیق کے خاطر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں نے (ایک روایت میں ۲۷۰۰۰ لوگ) بیعت کئے اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لیے اجازت (خط لکھ دیا) دی تو آپ کوفہ کے لیے عازم سفر ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ و حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کیلیے بھی ذرا سی لرزش نہ دکھائی، یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کے لیے زمین تنگ کردی اور انہیں بے دردی سے شہید کردیا۔ یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جا سکتا تھا۔ مگر حضرت مسلم ان کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا۔ اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے۔ یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کرلیا تاکہ والی عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اسکے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی۔ خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا۔ حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا۔ یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک

خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ (ترجمہ) اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے۔ خدا کے حدود کو توڑتا ہے۔ سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں۔ رحمٰن سے بے سروکار ہیں حدود الٰہی معطل ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جارہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمھارے لیے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے۔ میں حسین ہوں۔ ابن علی، ابن فاطمہ، اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منہ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے۔ ۹/ محرم الحرام کی رات کا وقت تھا آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے صبح دس محرم کی تاریخ آگئی دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے۔ آپ کے ساتھ ۷۲ نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں دوسری جانب ۹۰ ہزار کا لشکر جرار تمام حرب و ہتھیار سے لیس تھے۔ آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی۔ معاملہ بہت طویل ہو گیا۔ معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول ﷺ میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے جس کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگتا دیکھتا ہوں۔ اور وہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی شمر لعین کے لیے بدبختی ہمیشہ کے لیے مقدر بن گئی ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا وہ یومِ عاشورہ جمعہ کا دن تھا ماہِ محرم الحرام ۶۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت امام حسین کی عمر ۵۵ سال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت امام حسین: سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق پر صداقت پر جما رہے باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی جن خرابیوں کے باعث مخالفت کیا ویسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کرے اور فسق و فجور والا کام نہ کرے اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دے نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے وہ سچائی ہے وہ کبھی ماند نہیں پڑتی مات نہیں کھاتی اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتی ہے۔

یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت حسینیت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لیے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کیلیے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو۔ اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں۔ اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو اسکے عزم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ لندن کے مشہور مفکر " لارڈ ہیڈ لے " کے بقول " اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے اخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جوانمردی ہرگز عمل میں آہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول "حسین کی قربانی ہر قوم کے لیے مشعلِ راہ و ہدایت ہے" اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت حسین پہ کہا ہے کہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اور کسی شاعر نے بہت پیاری بات کہی ہے

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

☆☆☆

نقوش زندگی

پیکرِ صبرواستقامت

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا محمد ساجد رضا مصباحی

انسانی زندگی خوشی ومسرت اور رنج وغم کا عجیب سنگم ہے، یہ زندگی اپنی تمام تر مسرتوں اور غموں کے ساتھ دھوپ اور چھاؤں کا حسین امتزاج معلوم ہوتی ہے، انسانی فطرت سہل پسند اور خوشی ومسرت کی خوگر ہوا کرتی ہے، امتحان وآزمائش، درد والم اور رنج وغم کی ہلکی سی پھُوار اس کے لیے طوفانِ بلاخیز اور معمولی سی تکلیف بھی سوہانِ روح بن جاتی ہے اور انسان سراپا تصویرِ الم بن کر شکوہ وشکایت کرنے لگتا ہے۔ لیکن ایک مومن کامل کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ مصائب ومشکلات کی گھڑیوں میں صبر کے دامن کو ہاتھ سے جانے دے، اس کی قوتِ ایمانی، رب کائنات کے ساتھ اس کا گہرا لگاؤ اور قضاوقدر پر اس کا پختہ ایمان، پامردی واستقامت کے ساتھ ان مشکل حالات کے مقابلہ کا درس دیتا ہے، وہ درپیش مسائل کو خداے ذوالجلال اور اپنے مالک حقیقی کا تصرف سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ میں بھی صبرواستقامت کے جلوے اپنی پوری تابندگی کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ بعثت نبوی کے بعد مختصر سی مدت کے اندر عرب قوم میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا ہوا اور جانی دشمنوں نے جس طرح آپ کی غلامی قبول کر کے ایثار وقربانی کا لازوال نمونہ پیش کیا، انسانی عقلیں اس پر حیران ہیں۔ سیرت نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے اس تاریخی انقلاب میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شیریں بیانی، خوش اخلاقی، اور پیہم جدوجہد کا حصہ ہے وہیں آپ کے صبرواستقامت اور عزم واستقلال نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ مشرکین مکہ کی ظلم وزیادتی اور یہود مدینہ کی ریشہ دوانیوں کو آپ نے جس طرح خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیرت نبوی کا یہ باب ہمیں باور کراتا ہے کہ صبرواستقامت کی راہ پر چل کر دلوں کی دنیا بدلی جاسکتی ہے، حالات کا رخ موڑا جاسکتا ہے، فکرونظر کے زاویے تبدیل کیے جاسکتے ہیں اور حوادثاتِ زمانہ کا مقابلہ کر کے کامیابی وکامرانی کی منزلوں تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

آج کی صحبت میں ہم گل گلبن خیابان نبوت، امام الاتقیا، سید الساجدین **حضرت امام زین العابدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے مثال صبروتحمل اور آپ کی مجاہدانہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

سید الصابرین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سب سے بڑی مصیبت اور آپ کی سب سے بڑی آزمائش کربلا میں پیش آئی، جب ظالموں نے آپ کے والد گرامی، نواسہ رسول، امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ہم نواؤں کا عرصہ حیات تنگ کرنے کے لیے نہر فرات پر پہرہ بٹھادیا، غریب الوطنی میں بہتر نفوس قدسیہ کے مقابلے میں بائیس ہزار کا لشکر جرار بھیجا گیا، حضرت امام عالی مقام کے جنگ میں پہل نہ کرنے کے باجود آپ کو مجبور کر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا، حق وباطل کی اس جنگ میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپنی آنکھوں سے اپنے اعوان وانصار کی شہادت کا دردناک منظر دیکھا، اپنے بھائی علی اکبر بن حسین کا لاشہ دیکھا، اپنے چچازاد قاسم بن حسن کی شہادت دیکھی، اپنے نوعمر بھائی حضرت عبداللہ بن حسین کو اپنے والد ماجد کی گود میں ظالموں کی تیر کا نشانہ بنتے دیکھا، ابوبکر بن حسین کو جامِ شہادت نوش کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اپنی پھوپھی حضرت زینب کی بے چینی وبے قراری دیکھی، ان کے دردناک اشعار سنے، خیموں میں موجود عورتوں اور بچوں کی تشنگی دیکھی، بھوک وپیاس کی شدت سے انہیں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دیکھا، صبروشکیب کی آزمایش اس وقت انتہا کو پہنچ گئی جب میدان کارزار میں شمر لعین کی پکار پر لشکر یزید کے نانجاروں نے شمشیر بکف ہوکر امام عالی مقام پر یک بارگی چہار جانب سے حملہ کردیا، زرعہ بن شریک تمیمی نے تلوار چلائی، سنان بن انس نخعی نے پہلے نیزہ مارا پھر سر

مبارک کو تن خاکی سے جدا کر دیا۔ گھر کے ایک ایک فرد کی شہادت کے بعد اپنے والد ماجد کی شہادت کا یہ منظر حضرت امام زین العابدین نے کس ہمت واستقامت کے ساتھ ملاحظہ فرمایا ہوگا اسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے، صبر وشکیب اور عزم واستقلال کی یہ مثال تاریخ کا ایک نایاب حصہ ہے۔ (تاریخ ابن خلدون، جلد دوم ص:۶۷۴ تا ص:۶۷۸ ملخصا، الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ لاہور)

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد کوفیوں کا لشکر خانوادہ نبوت کا مال ومتاع لوٹنے میں مصروف ہوا، دولت کے ان حریصوں نے دیگر ساز وسامان کے ساتھ خواتین اہل بیت کی چادریں تک لوٹ لیں حسینی قافلے کے خیموں میں آگ لگادی گئی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھتیجے حضرت امام زین العابدین کی تیمارداری میں مصروف تھیں، شمر ذی الجوشن ان کے پاس پہنچ کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو حمید بن مسلم نے انہیں ایک بیمار اور کمسن کو شہید کرنے پر عار دلائی تو شمر اپنے اس ناپاک ارادے سے باز آیا۔

خانوادہ امام عالی مقام کی عفت مآب خواتین کے ساتھ آپ بھی قید کر لیے گئے۔ دوسرے دن عمر بن سعد دیگر قیدیوں کے ساتھ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زنجیروں میں جکڑ کر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا، ابن زیاد نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر نام پوچھا تو آپ نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ ابن زیاد نے موجودین میں سے ایک شخص سے کہا کہ دیکھو یہ بالغ ہو گیا ہے یا نہیں اگر بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا ہے تو اسے بھی تہ تیغ کر دیا جائے، ابن زیاد کے اس حکم کو سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام زین العابدین سے لپٹ گئیں اور اور ابن زیاد کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی جرأت سے کہا: ابن زیاد! کیا تیرا دل ابھی بھی ہماری خوں ریزی سے نہیں بھرا، کیا تو ہم میں ایک بھی مرد کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا، ابن زیاد کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا: آج مجھے اپنے رحم پر تعجب ہو رہا ہے، واللہ میں اگر انہیں (امام زین العابدین کو) قتل کرتا تو تمہیں بھی قتل کر دیتا۔ ابن زیاد کے دربار سے حضرت امام زین العابدین کو زنجیروں میں جکڑ دیگر اسیران کربلا کے ساتھ شام کی جانب روانہ کیا گیا، جب آپ کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈالی گئیں تو آپ صبر واستقامت کا پیکر بن کر بڑی خاموشی کے ساتھ کھڑے رہے نہ تو آپ نے آہ وفغاں کیا اور نہ ہی دوران سفر ان سے کوئی کلام فرمایا۔ (تاریخ طبری، از ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جلد چہارم ص:۲۲۶، ملخصا، لاہور)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید پلید کے دربار میں پابہ زنجیر پیش کیے گئے، قیدیوں کے قافلے میں آپ کے ساتھ اہل بیت کی عفت مآب خواتین بھی تھیں، شہدا کا سر بھی تھا، غریب الوطنی اور مظلومیت کے اس وحشت ناک ماحول میں زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے یزید نے آپ سے کہا: ”دیکھو تمھارے باپ نے مجھ سے قرابت کو ختم کیا اور میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو چھیننا چاہا تو ان کے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا“۔ امام زین العابدین نے یزید پلید کے دربار عام میں بڑی جرأت واستقامت کا ظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت پاک تلاوت فرمائی: مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡـرَاَهَا ۔(الحدید:۲۲)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ملک شام سے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لٹا ہوا قافلہ لیے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ منورہ میں صف ماتم بچھ گیا، شاعروں نے رنج وغم اور درد والم کی کیفیات میں ڈوب کر اشعار کہے، مدینہ طیبہ کے بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں خانوادہ نبوت کی خستہ حالی اور ان کا درد وغم دیکھ کر خون کے آنسو روتے تھے۔

معرکہ کربلا کی غم انگیز داستان تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول سے آخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعے میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے اور ان کی شہادت کے بعد خانوادہ حسین کے قافلہ سالار ہوئے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حین حیات اس صدمہ جاں کاہ کی ہولناک یادوں سے اپنے آپ کو الگ نہیں کر سکے۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ تقریبا چالیس سال باحیات رہے، اس طویل مدت میں آپ نے اپنے آپ کو سیاسی معاملات سے بالکل علاحدہ رکھا اور دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے، واقعہ کربلا کے بعد آپ کو کسی نے بھی شاداں وفرحاں نہیں دیکھا۔

حضرت امام زین العابدین نے صبر وشکر کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑا، سخت سے سخت مراحل میں بھی آپ جبل استقامت بن کر ثابت قدم رہے، واقعہ کربلا کے بعد بھی یزیدی حکومت کو آپ کا خوف ستاتا رہا یہی وجہ ہے کہ گوشہ نشینی کے باجود آپ کی کڑی نگرانی رکھی گئی، شہادت امام عالی مقام نے حجاز مقدس کے مسلمانوں کے

دلوں میں یزید کے تعلق شدید نفرت پیدا کر دی تھی، سن ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ میں عثمان بن محمد بن ابوسفیان امیر بن کر آیا، اہل مدینہ نے کچھ ہی عرصے میں عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ سے باہر نکال دیا ، یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینے کا والی بنا کر بھیجا اور مدینے کی ناکہ بندی کا حکم دیا، مسلم بن عقبہ نے مسلسل تین روز تک مدینہ منورہ میں قتل وغارت گری کا بازار گرم رکھا، اہل مدینہ کے مال واسباب لوٹے اور یزید کی بیعت کی مجلس عام قائم کی، یہاں جو بھی بیعت سے انکار کرتا بلا دریغ قتل کر دیا جاتا۔

عبد الرحمن ابن خلدون کی روایت کے مطابق ایک دن سید الساجدین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گرفتار کر کے والی مدینہ مسلم بن عقبہ کے دربار میں لائے گئے، مروان بن حکم بھی وہاں موجود تھا، اس نے آپ کو شہد کا ایک پیالہ پیش کیا، آپ نے تھوڑا نوش فرما کر رکھ دیا، مسلم بن عقبہ بولا: پیتے کیوں نہیں؟ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلم بن عقبہ کے ظلم وجبر اور اس کی سفاکیوں سے واقف تھے، آپ اس کی بات سن کر کانپ اٹھے اور گھبرا کر پیالہ اٹھالیا، مسلم بن عقبہ نے کہا: تم خوف زدہ نہ ہو، اگر تمھارا اہل مدینہ کی بغاوت سے کوئی تعلق ہو تا تو بے شک میں تمہیں قتل کر ڈالتا۔۔۔۔ لہذا اگر تمھارا جی چاہے تو شہد نوش کر لو ورنہ خواہ مخواہ پینے کی ضرورت نہیں۔(تاریخ ابن خلدون، جلد چہارم ص:۸ ۲۳ ملخصا، الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی اسٹریٹ لاہور)

درج بالا واقعہ سے یزیدی افسران کے ظلم وجبر اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سفاکان زمانہ نے خانوادہ نبوت کے اس جلیل القدر شہزادے کو ظلم وجبر کا اس قدر نشانہ بنایا کہ آپ مسلم بن عقبہ کی ادنیٰ سی بات پر سہم گئے اور شہد کا پیالہ دوبارہ اٹھالیا، ظلم وجبر اور خوف ودہشت کا یہ ماحول پورے حجاز مقدس میں پیدا کیا گیا تھا، جس کے اثرات سے اہل بیت نبوت کے مظلومین بھی محفوظ نہیں تھے۔

لیکن قربان جائیں امام عالی مقام کے اس شہزادے پر کہ گردشِ ایام اور حوادثات زمانہ کا شکار ہو کر بھی اپنے خاندانی لطف وکرم، حلم وبردباری، عفو ودرگزر اور بخشش وعطا کے اوصاف سے بے نیاز نہیں ہوئے۔ تاریخ الامم والملوک کے مصنف ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے حصین بن نمیر کو مکۃ المکرمہ کے محاصرہ پر مامور کیا، یزید کی موت کے بعد انقلاب کے خوف سے حصین بن نمیر نے مکہ سے راہ فرار اختیار کیا، سراسیمگی کی حالت میں اپنے لشکر کو لے کر مدینہ کے راستے سے شام کی طرف روانہ ہوا۔ حجاز مقدس میں بنی امیہ سے نفرت اتنی بڑھ چکی تھی کہ کوئی نہ ان لوگوں کو کھانے کا سامان دیتا تھا نہ ان کے اونٹوں اور گھوڑوں کے لیے چارا مہیا ہو سکتا تھا۔ حصین بن نمیر کے پاس سامان رسد اور سواری کے اونٹوں کے لیے چارے کا کوئی انتظام نہیں تھا، جب وہ مدینہ سے گزر رہا تھا اتفاق سے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کھیت سے غلہ اور چارا لے کر اپنے دولت کدے پر تشریف لے جارہے تھے۔ حصین بن نمیر نے بڑھ کر ملتجیانہ انداز میں آپ سے کہا کہ یہ غلہ اور چارا میرے ہاتھ فروخت کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ضرورت مند کی خاطر یہ بلاقیمت حاضر ہے۔ اس مہربانی کے برتاؤ کو دیکھ کر اس نے آپ کا تعارف حاصل کرنا چاہا اور کہا: آپ کون ہیں؟ جب معلوم ہوا کہ لطف ومہربانی کے جذبات سے لبریز اس شخصیت کا نام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین ہے تو اس نے حیرت کے ساتھ کہا کہ آپ نے پہچانا بھی ہے کہ میں کون ہوں؟ امام زین العابدین نے فرمایا: "میں خوب پہچانتا ہوں مگر بھوکوں اور پیاسوں کی مدد کرنا ہم اہل بیت کا شعار ہے۔" حصین بن نمیر اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ گھوڑے سے نیچے اتر کر کہنے لگا کہ یزید تو ختم ہو چکا ہے آپ ہاتھ بڑھایئے میں اپنے پورے لشکر سمیت آپ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا اس پر آپ نے حقارت آمیز تبسم فرمایا اور بغیر کچھ جواب دیئے آگے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ الامم والملوک، جلد چہارم ص:۲۵۴)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابِ حیات کا ایک ایک ورق صبر وشکر، حلم وبردباری اور عزم واستقلال کے جلووں سے درخشندہ وتابندہ ہے۔

☆☆☆

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا محمد حارث مصباحی

مدرسہ عربیہ فیض العلوم پیپری بنگڑھ

پوسٹ امواباس، جروا، بلرام پور (یوپی)

فن تجوید وقرأت کے فروغ میں

خانوادۂ قاری احمد ضیاء ازہری کا کردار

مولانا قاری محمد عرفان قادری

علوم دینیہ میں فن تجوید وقرأت کی اہمیت وعظمت مسلم ہے۔ یہ نہایت افضل واشرف فن ہے۔ نزول قرآن کے بعد سے اب تک ہر دور میں اس مقدس فن کی ترویج واشاعت ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ چودھویں صدی ہجری میں برصغیر ہندوپاک کے اندر جس ذات گرامی کے ذریعہ فن تجوید وقرأت کو زبردست فروغ حاصل ہوا اس عظیم شخصیت کو استاذ القراء مرجع المجودین حضرت علامہ قاری محمد عبد الرحمٰن مکی ثم الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ نے ہندوستان میں فن قرأت کو نئی زندگی عطا کی، ہزاروں علماء وحفاظ نے اس سرچشمہ تجوید وقرأت سے اپنی علمی وفنی پیاس بجھائی۔ آج بھی فن تجوید وقرأت کا جگہ جگہ جو چرچہ نظر آتا ہے وہ سب حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی قدس سرہ اور ان کے تلامذہ کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔

آپ کے مشہور اور صف اول کے شاگردوں میں ایک نام شیخ المقری حضرت مولانا حافظ وقاری ضیاء الدین احمد الہٰ آبادی کا ہے۔ آپ شیخ القراء حضرت مولانا قاری محب الدین احمد کے والد اور مجود اعظم ہند علامہ قاری احمد ضیاء ازہری کے دادا ہیں۔ قاری احمد ضیاء ازہری اور آپ کے والد ودادا بزرگوار کی خدمات تقریباً ایک صدی پر محیط ہیں۔

فن تجوید وقرأت میں مہارت حاصل کرنے کے لیے چار علموں کا حصول ضروری ہے۔ (۱) علم تجوید (۲) علم وقف (۳) علم قرأت (۴) علم رسم۔ چاروں علوم پر عربی زبان میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن خانوادۂ قاری احمد ضیاء ازہری کا ملت اسلامیہ ہند پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس خانوادہ نے علوم اربعہ پر بزبان اردو درسی کتابیں تصنیف کیں اور فن تجوید وقرأت کو اردو زبان میں منتقل فرمادیا جس کی بدولت اردو خواں طبقہ کے لیے بھی فن کو سمجھنا اور اس کا حاصل کرنا بہت آسان ہوگیا۔ زیر نظر مضمون میں خانوادۂ مجود اعظم ہند حضرت علامہ قاری احمد ضیاء ازہری علیہم الرحمۃ والرضوان کی تدریسی وتصنیفی اور فنی خدمات پر سلسلہ وار روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء) کی حیات کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس پورے سلسلے کی بیش بہا خدمات سے کچھ حد تک واقفیت حاصل ہو۔

حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی علیہ الرحمہ نے فن تجوید وقرأت عشرۂ صغیر وکبیر اپنے برادر اکبر حضرت قاری عبد اللہ مکی علیہ الرحمہ سے مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ میں حاصل کیا۔ اس مدرسہ کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہما الرحمہ نے ہندوستان سے ہجرت کرنے کے بعد ۱۲۹۱ھ میں مکۃ المکرمہ میں قائم کیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حضرت مولانا حاجی امداد اللہ کا شمار مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے۔ یہ دونوں حضرات ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سرزمین حجاز کی جانب ہجرت کر گئے تھے۔ ۱۸۶۷ء میں انگریزی مظالم سے تنگ آکر حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی کے والد ماجد محمد بشیر خان بھی مع اہل وعیال مکہ شریف ہجرت کر گئے۔

آپ کے تین فرزند تھے۔ (۱) قاری محمد عبد اللہ مکی (۲) قاری محمد عبد الرحمٰن مکی (۳) قاری محمد حبیب الرحمٰن مکی

تینوں صاحب زادوں کی دینی تعلیم وتربیت اسی مدرسہ صولتیہ میں ہوئی۔ تینوں صاحب زادے علوم دینیہ بالخصوص فن تجوید وقرأت میں مہارت حاصل کرکے عرب وعجم پر چھا گئے اور اپنے فنی کمال سے ایک جہاں کو سیراب کیا۔

قاری عبد الرحمٰن مکی تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور کانپور کے مدرسہ جامع العلوم میں شیخ القرأت کے منصب پر فائز ہوئے۔ نامور محقق حضرت قاری محمد ادریس العاصم رقم طراز ہیں:

”۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ایک دن ایک محفل میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے آپ دونوں بھائیوں کو طلب فرمایا حضرت قاری عبد الرحمن مکی کو اپنے سینے سے لگایا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حضرت قاری عبد اللہ مکی کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ میں رکھتا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں جاکر ترویج قرآن وقرأت اور لحون عربیہ کا کام کرو۔ پس آپ حجاز سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا احمد حسن

استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

کانپوری کے مدرسہ جامع العلوم پہنچے اور قرأت کے صدر مدرس کا منصب سنبھال لیا۔ شروع میں یہاں طلباء کی تعداد بہت کم تھی عوام میں تجوید وقرأت کا ذوق بھی بہت کم تھا۔ اس لیے برداشتہ خاطر ہوکر آپ نے واپس مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرلیا سفر کی تیاری مکمل ہوچکی تھی اور سامان وغیرہ تیار ہوچکا تھا رات گزارنی باقی تھی۔ صبح کو گاڑی سے ممبئی کے لیے روانگی تھی رات کو خواب میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا ”عبدالرحمٰن تم ہندوستان ہی میں رہو اللہ تعالیٰ کو تم سے بہت کام لینا ہے“۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی بیدار ہوئے تو صبح ہوتے ہی تمام سامان کھلوادیا اور واپسی کا ارادہ ترک فرمادیا۔ ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی دور تھا لوگ آپ کی قدر ومنزلت سے آگاہ ہی نہ رکھتے تھے۔ مگر اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی نے نہایت سرگرمی سے تجوید وقرأت کی نشرواشاعت کی جانب توجہ کی اور آپ کی محنت رنگ لائی جس کی بدولت لوگوں میں تجوید وقرأت اور خوبصورت حجازی لہجوں کے سیکھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ غرضیکہ ایسی خداداد مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان بلکہ برما اور افغانستان تک سے لوگ کھچ کھچ کر آنے لگے“۔

(شرح فوائد مکیہ، ص ۲۲،۲۱، مطبوعہ قرأت اکیڈمی لاہور)

شیخ القراء حضرت علامہ قاری محمد حسین اشرفی مالیگانوی جنہیں حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے آپ کے مکۃ المکرمہ سے ہندوستان آنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے، لکھتے ہیں :

”مدرسہ صولتیہ کے ناظم حضرت مولانا سلیم اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا (سفر حج کے موقع پر ملاقات کے دوران) قاری صاحب وہ گھڑی بڑی مبارک اور وہ ساعت بڑی نورانی ساعت تھی کہ ایک رات حضرت مولانا قاری عبداللہ قدس سرہ محو خواب تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سارا کمرہ خوشبو سے معطر ہے اس حالت میں سرکار دوعالم ﷺ کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ حضرت قاری صاحب سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ ”قاری عبداللہ سنو! اپنے چھوٹے بھائی قاری عبدالرحمٰن کو ہندوستان روانہ کردو تاکہ ان کے ذریعہ علم تجوید وقرأت کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو“ بیدار ہوتے ہیں تو خواب کا نقشہ اور سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد مبارک ذہن میں موجود ہے، آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور دل میں یہ خیال موجزن کہ اپنے ادنیٰ غلام پر آقا و مولیٰ ﷺ کی اس قدر نوازش بیکراں کی اپنی زبان مبارک سے میرا نام لے کر ارشاد فرماتے ہیں ”قاری عبداللہ“ اس بشارت عظمیٰ پر جس قدر بھی فخر کروں کم ہے۔ فوراً اپنے بھائی قاری عبدالرحمٰن کر بلوا کر فرمایا کہ گنبد خضریٰ میں آرام فرمانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے خواب میں تمھارا نام لے کر بشارت دی ہے کہ اپنے بھائی کو علم تجوید وقرأت کی اشاعت کے لیے ہندوستان روانہ کرو۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن قدس سرہٗ پر اس بشارت کو سن کر عجیب کیفیت طاری ہوگئی کہ حضور ﷺ نے اپنے اس ادنیٰ غلام کا نام لے کر بشارت دی غرض حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن بطیب خاطر مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لائے اور فن تجوید وقرأت کی اشاعت میں کوشش شروع کردی“۔ (تیسیر الطبع فی اجراء السبع، جلد اول، ص ۲۱)

جامع العلوم کے علاوہ آپ نے کانپور میں مدرسہ فیض عام میں بھی تدریسی خدمت انجام دی۔ بعد ازاں مدرسہ احیاء العلوم کے بانی و منتظمین کی خواہش پر آپ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء میں الہ آباد تشریف لائے آپ کی آمد کے بعد مدرسہ احیاء العلوم کو بہت زیادہ شہرت ملی۔ حضرت قاری صاحب کے تقریباً تمام نامور اور اجل تلامذہ اس مدرسہ سے فارغ ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں ”فوائد مکیہ“ اردو اور ”فضل الدرر“ عربی بہت مشہور ہیں۔

فوائد مکیہ یہ فن تجوید میں حضرت کی مقبول عام کتاب ہے جو کہ بر صغیر ہندوپاک کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔ نہایت مختصر مگر جامع اور انتہائی علمی کتاب ہے۔ مصنف علام نے خیر الکلام ما قل و ما دل پر عمل کرتے ہوئے مسائل تجوید کو اس انداز میں بیان کیا ہے گویا دریا کو کوزے میں سمودیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر نامور قراء کرام نے اس کی تشریح وتوضیح کے لیے اس پر حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ صاحب کتاب نے خود بھی چار مقامات پر فاضلانہ اور نہایت محققانہ حاشیہ تحریر کیا ہے۔ پہلا حاشیہ بسملہ کے بارے میں ہے۔ دوسرا حاشیہ مخارج حروف کے تعلق سے، تیسرا نون مخفاۃ اور غنہ کی صحیح ادائیگی کے حوالے سے اور چوتھا حاشیہ حرف ضاد کے بارے میں ہے۔

فوائد مکیہ کی جو شروحات راقم کی نظر سے گزریں ذیل میں ان کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

(۱) تعلیقات مالکیہ : یہ حواشی حضرت قاری صاحب کے مایہ ناز شاگرد حضرت قاری عبدالمالک (متوفی ۱۳۷۹ھ) صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے قیام لکھنؤ میں ۱۳۵۲ھ میں تحریر فرمائے۔

(۲) حواشی مرضیہ: یہ حواشی حضرت مولانا قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے ۱۳۵۸ھ میں تحریر فرمائے۔ متن کے ساتھ یہی حاشیہ شامل کتاب ہے اور حاشیہ کے اختتام پر سن اشاعت ۱۳۵۸ھ مرقوم ہے۔

(۳) لمعات شمسیہ: یہ حواشی حضرت علامہ قاری محمد یوسف سیالوی پاکستان نے نہایت علمی اور سہل انداز میں تحریر فرمائے ہیں۔

(۴) توضیحات مرضیہ: یہ حواشی مولانا قاری محمد شریف پاکستانی نے تحریر فرمائے۔

(۵) شرح فوائد مکیہ: اس شرح کو حضرت قاری محمد ادریس العاصم صاحب نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء میں انتہائی تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ مذکورہ شرح تجوید و قرأت کے اسرار و رموز اور فنی نکات کا بیش بہا خزینہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شارح موصوف نے قرآن و احادیث سے استدلال اور اساتذۂ فن کے اقوال بھی وافر مقدار میں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ شرح ۴۷۲ صفحات پر مشتمل ہے جسے قرأت اکیڈمی لاہور نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔

افضل الدرر (عربی) یہ علامہ شاطبی کی رسم قرآنی پر منظوم قصیدہ رائیہ المعروف "عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد" کی شرح ہے۔ قصیدہ بذات خود فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ حضرت قاری صاحب نے یہ شرح نہایت علمی انداز میں فصیح عربی میں مرتب فرمائی۔

حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی جنہوں نے قصیدہ رائیہ کی اردو شرح "اسہل الموارد" کے نام سے تحریر فرمائی ہے افضل الدرر کے متعلق لکھتے ہیں:

"افضل الدرر مصنفہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی ثم الہ آبادی نہایت محققانہ اور جامع شرح ہے دل بار بار کہتا ہے کہ حضرت مصنف کے لیے جس قدر بھی دعائیں کی جائیں تھوڑی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ایسے مشکل قصیدہ کا اس طرح حل کر دینا کہ مجھ جیسا ناواقف بھی آسانی سے مطلب سمجھ لے آپ ہی کا حصہ تھا"۔ (اسہل الموارد، مطبوعہ قرأت اکیڈمی ترکیسر، گجرات)

۱۳۳۸ھ/۱۹۲۹ء میں آپ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لائے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ہی ۶/جمادی الاول ۱۳۴۹ھ/بروز دوشنبہ مطابق ۱۹۳۰ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور وزیر باغ لکھنؤ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کا آبائی وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد یوپی ہے لیکن آپ کی تعلیم و تربیت مکہ شریف میں ہوئی اس لیے آپ کو مکی کہتے ہیں چونکہ ہندوستان آنے کے بعد آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ الہ آباد میں گزرا اس لیے آپ کو الہ آبادی بھی کہا جاتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

شیخ القراء حضرت مولانا حافظ و قاری ضیاء الدین احمد علیہ الرحمۃ

ولادت و تعلیم: شیخ القراء مولانا حافظ و قاری ضیاء الدین احمد صدیقی ابن شیخ منشی عبد الرزاق، آپ قصبہ نارا ضلع الہ آباد میں بروز جمعہ ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ قرآنیہ دائرہ شاہ محب اللہ الہ آباد میں قریب ۱۳/سال کی عمر میں حافظ اجیر الدین سے قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد اپنے قصبہ میں ہی مولوی محمد مہدی سے فارسی پڑھی۔ بعد ازاں فن تجوید و قرأت حاصل کرنے کے لیے جامع العلوم کانپور تشریف لائے اور شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید کی مشق کرنے لگے۔ آپ کی خوش الحانی اور غیر معمولی ذہانت و ذکاوت دیکھ کر حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی نے آپ کی طرف خصوصی توجہات مبذول کیں۔ جامع العلوم میں مولانا حسین احمد اور دیگر اساتذہ سے متوسطات تک عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، شیخ القراء قاری عبد الرحمٰن مکی سے قرأت سبعہ و عشرہ کی تحصیل و تکمیل کی اور سند و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

تدریسی خدمات: جامع العلوم کانپور سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ تشریف لے گئے اور یہیں سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ اس وقت مدرسہ ھٰذا میں مولانا احمد حسن محدث امروہی اور مفسر قرآن مولانا عبد الرحمٰن صاحب بھی تدریسی خدمات پر مامور تھے۔ قاری ضیاء الدین صاحب نے موقع کو غنیمت جان کر دونوں حضرات سے خوب خوب استفادہ کیا اور علوم نقلیہ و عقلیہ کی بھی تکمیل کی۔ مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں بے شمار طلبہ تجوید و قرأت سے مستفید ہوئے، آپ کو یہاں سے بہت شہرت ملی۔ چند سال امروہہ میں رہ کر مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور اور چند سال بعد مدرسہ فاروقیہ جونپور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد آپ کی غیر معمولی قابلیت اور صلاحیت کو سن کر خادم قرأت حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے قائم کردہ ادارہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بلا لیا۔ فرقانیہ لکھنؤ میں تقریباً ۹/سال تک آپ نے فن تجوید و قرأت کی خدمت کی۔ آپ کی خصوصی توجہ اور عظیم جدوجہد سے مدرسہ فرقانیہ کو ہندوستان میں تجوید و قرأت کے لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل ہو گیا۔ علاوہ ازیں مدرسہ قرأت القرآن کانپور،

مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہ میں بھی آپ نے قرآن پاک اور علم تجوید وقرأت کی بیش بہا خدمات انجام دی۔

فنی مہارت اور ذاتی خوبیاں: قاری ضیاء الدین احمد فن قرأت میں نہایت باکمال اور بے نظیر تھے۔ اپنے استاذ کی طرح بڑے خوش الحان تھے جس وقت قرآن پاک کی خوبصورت حجازی لہجوں میں تلاوت کرتے تو ایک سماں بندھ جاتا، ادائیگیوں میں بھی خوب صفائی اور بڑا کمال رکھتے تھے۔ علم قرأت میں جید اور ماہر فن ہونے کے ساتھ آپ ایک متبحر عالم بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے علم قرأت کو حد درجہ سہل بنا دیا اور کم سے کم وقت میں شائقین فن کو تجوید اور قرأت سبعہ کو پڑھا کر دکھا دیا اور اس کا رواج بھی ڈال دیا۔ آپ نہایت متقی اور پرہیز گار، باحیا اور مخلص تھے، سنت و شریعت پر سختی سے عمل کرتے تھے، صبر و شکر آپ کا خاص شیوہ تھا۔ آپ کے حسن اخلاق سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

تصنیفات: قاری ضیاء الدین صاحب نے تعلم وتدریس کے علاوہ فن کی چند مفید بیش قیمت کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ آپ کی تصانیف میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں اور مدارس اسلامیہ کے شعبۂ تجوید میں داخل نصاب ہیں۔ ان میں پہلی کتاب ''خلاصۃ البیان'' بزبان عربی ہے۔ اس کتاب کو آپ نے ۱۳۲۰ھ تیس سال کی عمر میں تصنیف کی۔ اس کتاب میں تجوید کی تعریف اور قرأت میں سند کی اہمیت کے حوالے سے حضرت مصنف رقم طراز ہیں:

'' التجويد اداءً كاداء الرسول ووجوه الاداء عنه الينا منقول ولا دخل للرأی فيه كما لا دخل له فی رسم خط القرآن، وانما الاداء باستماع الأذان، والرسم باتباع مصحف سيدنا عثمان رضی الله عنه وجب علينا النقل والا سناد فی القرآن فلا سناد من الدين ولو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء'' (خلاصۃ البیان، ص ۱۱)

ترجمہ: تجوید اس ادا کو کہتے ہیں جس طرح رسول اکرم ﷺ قرآن کو ادا فرماتے تھے اور ادائیگی کے سارے طریقے آپ ﷺ سے ہم تک منقول ہیں اور اس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے جیسا قرآن کے رسم خط میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور یقیناً ادائیگی موقوف ہے کانوں کے سننے پر اور رسم الخط موقوف ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف کی اتباع پر تو واجب ہے ہم پر نقل کرنا اور سند بیان کرنا قرآن کریم میں اس لیے کہ اسناد دینی امر ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہے کہتا۔

بلا شبہ علم تجوید محض کتابوں کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی ماہر کامل استاذ کی صحبت میں مدتوں مشق کرنے سے یہ فن حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے سند مسلسل کی اس فن میں بڑی اہمیت ہے کیونکہ اس سند سے حضور اکرم ﷺ سے خصوصی تعلق اور ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ جس طرح علم رسم الخط میں کسی کی عقل اور رائے کو دخل نہیں اسی طرح علم تجوید میں کسی کی رائے و عقل کو قطعاً دخل نہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ رسم الخط کا صحیح علم آنکھوں کے دیکھنے اور استاذ کے فرمانے سے حاصل ہوگا اور تجوید کا صحیح علم استاذ کی ادا کو کانوں سے سن کر صحیح اخذ کرنے سے حاصل ہوگا۔ اس لیے ہر قاری کے پاس اپنے شیخ کی ایک مکمل سند بھی ہونی چاہئے ورنہ جس قاری سے پڑھا ہے اس کے پاس سند ہی نہ ہو یا سند منقطع ہوا ایسا قاری قراء کے نزدیک معتبر نہیں ہوتا۔ خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے آخر میں اپنی سند کو بیان کیا ہے۔

خلاصۃ البیان کی اردو میں متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ راقم الحروف کی نظر سے جو شروحات گزریں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ''فتح الرحمٰن شرح خلاصۃ البیان'' اس شرح کو مولانا قاری محمد صدیق فلاحی صاحب ترکیسر گجرات نے ۱۴۱۹ھ میں لکھی۔ یہ شرح نہایت مفصل و مبسوط ہے جسے قرأت اکیڈمی ترکیسر گجرات نے شائع کیا ہے۔

(۲) ''ضیاء البرہان'' اس کے شارح مولانا قاری ہارون رشید پالن پوری ہیں۔ یہ شرح ۱۴۲۸ھ میں منظر عام پر آئی جو ۲۸۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) ''مورد الظمآن'' مطبوعہ صوت القرآن دیوبند، اس کے شارح قاری ابوالحسن اعظمی صدر شعبۂ قرأت دارالعلوم دیوبند ہیں۔ موصوف نے یہ شرح ۱۴۳۱ھ میں تصنیف کی جو ۲۰۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسری بے حد مقبول و مشہور کتاب ''ضیاء القرأت'' ہے۔ یہ اردو میں مختصر مگر بڑا جامع رسالہ ہے تقریباً تمام مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ اساتذۂ فن نے اس کتاب پر بھی حاشیہ اور شرح لکھی ہے۔ سب سے مقبول و مشہور شرح ''تنویر المرأت'' ہے جسے مصنف علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت علامہ قاری محب الدین احمد نے ۱۳۵۸ھ میں تصنیف کی۔ ۲۰۰۷ء میں فاضل قرأت سبعہ حضرت مولانا قاری شکیل احمد صاحب نوری پپلی بھیتی صدر مدرس سلطان الہند ورضا دار العلوم بھیلواڑہ (راج) نے بھی ''ایضاح القرأت'' کے نام سے اس کتاب پر معلوماتی حاشیہ لکھا ہے جو کتب خانوں پر دستیاب ہے۔ **(باقی آئندہ)**

ملک میں تعصب کا بڑھتا ہوا ماحول

مولانا محسن رضا ضیائی

ملک کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کا راز تحمل و رواداری اور ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنے میں مضمر ہے۔ فرقہ پرستی، مذہبی بغض و عناد اور نسلی امتیاز و تفریق سے اوپر اٹھ کر ایک دوسرے سے گلے ملنے میں اس کا تحفظ و بقا ہے۔ اور تعلیم و معیشت کو فروغ دینے اور غربت و مفلسی کو ختم کرنے ہی میں اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

ہندوستان کی سرزمین دنیا کی واحد ایسی سرزمین ہے جہاں برسوں سے مختلف کلچر اور زبانیں رکھنے والی قومیں اور نسلیں آباد ہیں۔ یہاں مختلف رنگ و نسل، ذات پات اور کئی ایک مذاہب و ادیان کے لوگ بستے ہیں۔ ان سب کے باوجود ہندوستان کئی سالوں سے اتحاد و یک جہتی اور اخوت و بھائی چارگی کا بے مثال ملک رہا ہے۔ اپنی انھیں ہمہ رنگ خوبیوں اور کثرت میں وحدت کے سبب اسے پوری دنیا کا ایک مثالی ملک ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہاں آپس میں مل بیٹھ کر ملی، سماجی، معاشی اور ہر طرح کے معاملات کو بحسن و خوبی انجام دیا جاتا رہا ہے۔ یہ ملک پوری دنیا میں امن و محبت، اخوت و بھائی چارگی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا بے مثال گہوارہ کہلاتا ہے۔ یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کو لوگ قدر و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتے ہیں۔ لیکن کچھ سالوں سے یہاں کے حالات یکسر طور پر بدل گئے، آج سے چند سال پہلے یہ کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ ملک کے اتنے برے دن آجائیں گے، ملک کی اپنی قدیم تہذیبی اقدار و روایات کو انتہائی بے دردی کے ساتھ کچل دیا جائے گا۔ تعصب و نفرت کا ماحول پروان چڑھے گا۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے دہشت گرد، انتہا پسند یا پھر ملک دشمن قرار دے کر کو سزائے موت اور پھانسی دے دی جائے گی۔ پتہ نہیں ان چند سالوں سے ہمارے وطنِ عزیز کو کس بدنگاہ کی نظر لگ گئی کہ ملک اور سماج میں تعصب و تنگ نظری کی آگ اس قدر بھڑک اٹھی کہ اس کی زد میں اب تک کتنے ہی طبقات اور قبیلے آکر جھلس چکے ہیں۔ خاص طور پر شمالی ہند کی ریاستوں اور کم آبادی والے علاقوں میں مسلمان عدمِ تحفظ اور تعصب کے شکار ہیں۔ قتل و فساد اور ظلم و زیادتی کا غلبہ ہے۔

نفرت و تعصب اور ظلم و تشدد کا سلسلہ دادری کے اخلاق کی دردناک موت سے جو شروع ہوا تو وہ اب تک ختم ہونے کا نام نہیں لیا، اب تک کئی مسلمان قتل و فساد، نفرت و تعصب اور فرقہ وارانہ فساد کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ گویا وطنِ عزیز ہندوستان میں ان دنوں تعصب و عدمِ رواداری کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے وہ تعصب خواہ قوم و نسل کی بنیاد پر ہو یا وطنیت و قومیت، یا پھر تہذیب و تمدن ہی کی بنیاد پر کیوں نہ ہو وہ ملک اور اس کے باشندوں کے حق میں ہلاکت و نقصان کا باعث ہے۔ یہ انسانیت کے لیے نہایت ہی مضر اور خطرناک ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا ہے اور نہ ہی کوئی تہذیب اسے پسند کرتی ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ یہ سب ملکی آئین و دستور کی صریح خلاف ورزی ہے، کھلے عام جمہوریت اور اس کے قوانین کا مزاق اڑایا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء کے دوران جب ملکی آئین وجود میں آیا تو آئین کے حصہ سوم میں بنیادی حقوق (Fandamental Rights) کو دفعہ ۱۲ سے لے کر ۳۵ تک ذکر کیا گیا ہے۔ اسی میں خاص طور پر دفعہ ۱۵ میں حقِ مساوات (Right to Equality) کے تحت "مذہب، نسل، ذات پات، جنس، جائے پیدائش یا ان میں سے کسی ایک کی بنیاد پر امتیازی سلوک برتنے پر پابندی کی بات کہی گئی ہے"۔ اسی طرح آئین کے دفعہ ۲۵ر میں حقِ آزادیِ مذہب (Right to freedom of religion) کی بات اس طرح کہی گئی ہے کہ: "ملک کے ہر شہری کو آزادیِ مذہب اور اس کی عبادت کا مکمل طور پر حق حاصل ہے"۔

آئینِ ہند میں تو مذہب و دھرم، ذات پات، نسل و جنس اور

قومیت و وطنیت کی بنیاد پر امتیاز و تفریق برتنے پر پابندی عائد کی گئی ہے اس کے علاوہ مکمل طور پر مذہبی آزادی اور اس پر عمل کرنے کا بھی حق دیا گیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود ملک میں حکومتی اور سماجی سطح پر ہر معاملے میں امتیاز برتا جارہا ہے۔ دوسروں کے مذہب میں بے جامداخلت کی جارہی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ قانون وآئین کے محافظ کہلاتے ہیں، وہی مذہب ودھرم، قوم ونسل اور ذات پات کے نام پر اس کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں، آئین ساز اسمبلی کے تو یہ ذہن ودماغ میں بھی نہ آیا ہوگا کہ ہمارا تشکیل دیا ہوا قانون تاش کے پتوں کی طرح بکھر کر رہ جائے گا۔ موجودہ حکومت اس طرح کے دل سوز اور الم ناک واقعات پر قابو پانے میں اب تک ناکام ثابت ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خود حکومت بھی اقلیتی عوام کے ساتھ امتیاز وتفریق کا معاملہ برت رہی ہے، ان کے بنیادی حقوق سلب کر رہی ہے۔ ان کے مذہب وعقیدے پر سوالیہ نشان لگا رہی ہے۔ نت نئے پروپیگنڈے بنا کر انہیں تعصب کی زنجیروں میں جکڑ رہی ہے۔ اس کے کئی ایک شواہد موجود ہیں، یہاں ہم حکومت کی چند جانب دارانہ و متعصبانہ کاروائیوں اور ملک میں عدمِ تحفظ و غیر مساوات کے واقعات کو پیش کر رہے ہیں، جن سے اندازہ لگانا آسان ہوجائے گا کہ ملک میں مسلمانوں کے لیے کس قدر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے۔

☆ ملک کی موجودہ سنگین صورتِ حال اور عدمِ تحفظ جیسے واقعات سے متاثر ہوکر سابق نائب صدر جمہوریہ عزت مآب ڈاکٹر حامد انصاری صاحب کو اپنی الوداعی تقریب میں یہ کہنا پڑا تھا کہ: ملک کے مسلمانوں میں بے چینی اور عدمِ تحفظ کا احساس جاگزیں ہے، انہوں نے عدمِ برداشت کا مسئلہ وزیرِ اعظم اور ان کی کابینہ کے ساتھیوں کے سامنے بھی اٹھایا اور اپنے خدشات سے وزیرِ اعظم کو باخبر بھی کرایا۔

نائبِ صدر جمہوریہ ڈاکٹر حامد انصاری کے اس اظہارِ تشویش پر حکومت کو تو چاہیے تھا کہ وہ تحفظ ورواداری کا یقین دلاتی، لیکن چاروں طرف سے حامد انصاری پر بے جا تنقیدیں اور متعصّبانہ تبصرے ہونے لگے، میڈیا جس کا کام غیر جانب دارانہ طور پر خبروں کو نشر کرنا ہے، وہ بھی دس سال تک ملک وقوم کی خدمت کرنے والے حامد انصاری پر تیر ونشتر برسانے لگی۔ اس ملک کے حالات اس سے زیادہ اور کیا خراب ہوسکتے ہیں کہ جہاں کے نائبِ صدر جمہوریہ کو اقلیتوں کے عدمِ تحفظ اور عدمِ رواداری کو لے کر اظہارِ تشویش کرنا پڑے۔ اور پھر ان کے اس اظہارِ تشویش پر ردِ عمل کا مظاہرہ کیا جائے۔ ان حالات کو دیکھ کر ایسا لگنے لگا ہے کہ آنے والے کچھ سالوں میں یہاں کے حالات ملک کے حق میں قدرے بہتر نہیں ہوں گے۔

☆ ملک میں تعصب وعدمِ رواداری کے واقعات کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ۲۰۱۵ء میں بڑھتے ہوئے نسلی امتیازات اور عدمِ رواداری جیسے واقعات کے خلاف پرزور مظاہرہ کرتے ہوئے ملک کے ۴۶/ نامور ادیبوں، شاعروں، فلم سازوں، آرٹسٹوں اور سائنسدانوں نے حکومتی ایوارڈ واپس کر دیا تھا، جن میں نند بھردواج، چندر شیکر، کاشی ناتھ امبلگی، ویرا بھدریا کے نیلا اور منور رانا کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔ حکومت کے لیے یہ کتنی شرم ناک بات ہے کہ ملک میں امن وامان بحال کرنے اور تعصب وعدمِ مساوات کی روک تھام کے لیے اہم شخصیات کو حکومتی ایوارڈ واپس کرکے پُرزور مہم چلانی پڑی۔

☆ تین طلاق کا مسئلہ جو کہ شرعی واسلامی ہے، وہ بھی تعصب ونفرت کی نذر ہوگیا۔ حکومت نے مسلم پرسنل لا میں بے جا مداخلت کرکے شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ایک مہم چھیڑ رکھی ہے۔ ۲۲/ اگست کو سپریم کورٹ نے تین طلاق کو غیر آئینی قرار دیا اور چھ ماہ کے لیے اس پر پابندی عائد کرکے حکومت کو قانون بنانے کی پیش کش کی۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ملک میں اقلیتوں کی ہر چیز ارزاں ہوگئی ہے، ان کے شرعی واسلامی مسائل و معاملات کا تصفیہ وحل سپریم کورٹ کر رہی ہے، اور ان کے خانگی، عائلی اور شرعی مسائل پر حکومت کو قانون سازی کا حق دیا جارہا ہے۔

☆ حال ہی میں صوبۂ اترپردیش میں پندرہ اگست کے دن مدارس میں پرچم کشائی کرنے، "جن گن من" کا ترانا گانے اور اس کی ویڈیو گرافی کرکے ڈی ایم آفس پہنچانے کا سخت تاکیدی حکم نافذ کیا گیا تھا۔ گویا کہ حکومت کو مسلمانوں کی حب الوطنی پر شک ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت بھی مسلمانوں اور مدارس کے ساتھ متعصّبانہ ومتنفرانہ رویہ اختیار کر رہی ہے۔ اسی طرح وندے ماترم گانے پر مسلمانوں کو مجبور کیا جارہا ہے، مدرسوں اور اسکولوں میں اسے نافذ کرنے کی گھنونی سازشیں رچی جارہی ہیں۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں، جنہیں بین الاقوامی میڈیا بھی رپورٹ کر رہا ہے، جس

سے عالمی سطح پر ملک کی شبیہ داغدار ہو رہی ہے۔

☆۱۵/ اگست کو یومِ آزادی کے موقع پر وزیرِ اعظم نے لال قلعے کی فصیل سے اپنی ۵۵/ منٹ کی تقریر میں کہا کہ: ” عقیدت کے نام پر تشدد برداشت نہیں کیا جائے گا“۔ اور مزید کہا کہ: ”ملک عقیدت کے نام پر تشدد قبول نہیں کر سکتا، ذات پات اور فرقہ پرستی کا زہر ملک کا کبھی بھلا نہیں کر سکتا“۔ وزیرِ اعظم کے یہ الفاظ سننے اور پڑھنے میں تو بہت اچھے اور اچھوتے لگ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت و واقعیت کی رو سے دیکھا جائے تو یہ عملاً کچھ بھی نہیں ہیں۔ وزیرِ اعظم کو تو مظلوموں کے انصاف اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی بات کرنی چاہیے تھی۔ ملک سے عدمِ تحفظ، عدمِ مساوات اور تعصب و نفرت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دور کرنے کی بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن ہندوستان کے معتدل مزاج اور سنجیدہ پسند لوگوں پر ان تمام حساس مسائل پر پردہ ڈالنے سے یہ بات اچھی طرح ظاہر و عیاں ہو گئی کہ وزیرِ اعظم کی یہ تقریر آئندہ الیکشن کی ایک مشق تھی۔

☆ایسے ہی ہمارے ملک کی بے لگام اور بدنامِ زمانہ میڈیا ہے، جسے جمہوریت کا چوتھا ستون قرار دیا گیا ہے۔ جس کی ذمہ داری بلا تفریقِ مذہب و ملت ملک کی عوام کی آواز بن کر ان کے مسائل کو اٹھانا، حقائق کو پیش کرنا اور خبروں کو نشر کرنا ہے۔ لیکن اقلیتوں کے حقوق کی بات ہو یا تشدد و عدمِ رواداری جیسے معاملات ہوں، ملکی میڈیا انہیں نظر انداز کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا ہے۔ میڈیا اینکرز کے سروں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔

ہاں ! اگر اسلام یا مسلمانوں کے اندرونِ مسائل کی بات ہو تو میڈیا اس میں بہت زیادہ دل چسپی دکھاتا ہے، یہاں تک کہ آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ ڈبیٹ پر ڈبیٹ کرائے جاتے ہیں اور کھلے عام اسلام اور اس کے اصول و قوانین کا مزاق اڑایا جاتا ہے۔ یقیناً ملک میں ایسے تشویش ناک حالات کے لیے حکومت کے ساتھ ساتھ میڈیا بھی برابر کا ذمہ دار ہے، جو حقائق سے چشم پوشی کر کے افواہوں کو دکھاتا اور بتاتا ہے۔ ان تمام واقعات و حالات سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ملک کس قدر سنگین صورت حال سے گزر رہا ہے، جہاں مسلمانوں اور ان کے مذہب پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ ایسے وقت میں بس اللہ ہی حامی و ناصر ہے!

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

ملک میں اس طرح کی بڑھتی عدمِ رواداری اور عدمِ تحمل کے خلاف سنجیدہ حلقوں سے پُر زور آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ لیکن کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ حکومت اور عوام دونوں باہم مل کر ملک سے نفرت و تعصب اور تشدد و فرقہ واریت کو ختم کریں اور یہاں پھر سے امن و آشتی کی فضا بحال کریں۔ یاد رکھیں کہ ملک کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کا راز تحمل و رواداری اور ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنے میں مضمر ہے۔ فرقہ پرستی، مذہبی بغض و عناد اور نسلی امتیاز و تفریق سے اوپر اٹھ کر ایک دوسرے سے گلے ملنے میں اس کا تحفظ و بقا ہے۔ اور تعلیم و معیشت کو فروغ دینے اور غربت و مفلسی کو ختم کرنے ہی میں اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہ ملک اس وقت تک شاہ راہِ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ انتہا پسند عناصر، شدت پسند نظریات اور نسلی امتیازات کو مکمل طور پر ختم نہ کر دیا جائے۔

اخیر میں صرف اتنا عرض ہے کہ جس قوم نے اس ملک میں ہمیشہ امن و آشتی کو فروغ دیا، گنگا جمنی تہذیب کو بے انتہا پروان چڑھایا یہاں تک کہ پوری دنیا میں اسے معزز اور قابلِ فخر مقام دلانے میں ایک اہم اور بنیادی کردار ادا کیا، آج انھیں کی وطن پرستی پر سوالیہ نشان کھڑا کیا جا رہا ہے، ان کے لیے ”ملک دشمن“ اور ” غدارِ وطن“ جیسے جملوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ حالاں کہ مسلمان ہی ہیں جو اصل میں اس ملک کے وفادار ہیں، تحریکِ آزادی سے لے کر ملک کی آزادی تک مسلمانوں نے اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اس کو آزاد کرایا ہے، اس کی آزادی کی خاطر جتنا خون و لہو مسلمانوں کا بہا ہے، اتنا کسی کا نہیں بہا ہے۔ وہ ہمیشہ ملک میں سبھی کے ساتھ رواداری اور بھائی چارگی کے ساتھ پیش آئے ہیں۔

لہذا ایسے انسانیت سوز اور تعصب زدہ حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت اور اخوت و بھائی چارگی کا ماحول بنا کر رکھیں، اسلامی اصول و احکام پر کاربند رہیں، اسوۂ نبوی ﷺ اور اسلاف و اکابر کے طریقۂ کار کو اپنائیں اور دنیا کو اپنے پُر امن اور اعتدال پسند قوم ہونے کا پیغام دیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو اور ایمان و عقیدے کی حفاظت و صیانت فرمائے۔

--*-*-*-*-*

اسلام اور انسدادِ دہشت گردی

مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی

اسلام دنیا میں سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔ بہت کم عرصے میں دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی تعلیمات پہنچ گئیں اور آج دنیا کا کوئی بھی خطہ اسلام کی نورانیت سے محروم نہیں ہے۔ مگر جس تیزی کے ساتھ اسلام کی اشاعت ہوئی اسی تیزی کے ساتھ اسلام مخالفت کا جذبہ بھی پروان چڑھا اور مخالفین اسلام مختلف ہتھکنڈوں، حربوں اور گھنونی چالوں کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی ناکام کوششیں بھی کرتے رہے یہ الگ بات ہے کہ جتنی ان کی کوششوں میں شدت آئی اسلام کی مقبولیت اتنی ہی روزافزوں ہوئی اور کسی کی مخالفت اسلام کی آفاقی تعلیمات کو محدود نہ کرسکی۔

موجودہ زمانہ میں پچھلے کچھ وقت سے ”دہشت گردی“ کا نام لے کر اسلام کو بدنام کرنے کی ایک منظم سازش چل رہی ہے، کوشش یہ کی جارہی ہے کہ پوری دنیا کے سامنے اسلام کو ایک ایسے دین کے طور پر مشتہر کردیا جائے کہ جس کی تعلیمات تشدد، ظلم، انارکی اور دہشت گردی کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ موجودہ زمانہ چونکہ جدید ذرائع ابلاغ کا زمانہ ہے پل بھر میں ایک خبر پوری دنیا میں گردش کرجاتی ہے ایسے ماحول میں اگر دنیا کے کسی خطے میں کوئی بات ہوتی ہے تو آن واحد میں اس کی خبر پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی اسی وسعت کا فائدہ اٹھا کر اسلام دشمن طاقتیں آئے دن اسلام کی مقدس تعلیمات کو بدنام کرنے کے لیے ”دہشت گردی“ کو اسلام سے جوڑ کر پوری دنیا کو اسلام سے بدظن کرنے اور مسلمانوں سے نفرت پر ابھارنے کی ناپاک مہم میں لگی ہوئی ہیں، لہٰذا ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو مختلف فورمز پر معقول انداز میں پیش کریں تاکہ مخالفین کی سازش بھی ناکام ہو اور جن لوگوں کو اسلام سے بدظن کیا جارہا ہے ان تک اسلام کی صحیح تعلیم بھی پہنچ جائے۔

دعوت، حکمت وموعظت کا نام ہے: اسلامی دعوت کا انداز کیسا ہو؟ یہ بھی ہمیں قرآن نے بڑے دل نشیں انداز میں بتایا ہے ارشادِ ربی ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور صدالافاضل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یعنی خلق کو دین اسلام کی دعوت دو۔ پکی تدبیر سے وہ دلیل محکم مراد ہے جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے اور اچھی نصیحت سے ترغیبات وترہیبات مراد ہیں بہتر طریق سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں. (تفسیر خزائن العرفان ص ۴۰۷)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر خزائن العرفان کے اقتباس سے مندرجہ ذیل مطلب نکلتے ہیں:

(۱) خلق یعنی اللہ کے بندوں کو دعوت اسلام دینا۔ (۲) ایسی دلیل جو حق کو واضح وروشن اور شکوک وشبہات کو زائل کردے۔ (۳) اللہ کی نعمتوں اور اس کی جنت کی ترغیب دلانا، اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ کی وعیدیں سنانا۔ (۴) راہ خدا کی طرف بلانے کے لیے اس کی آیات ودلائل کو ذریعہ بنانا۔

خلق خدا کو دعوت اسلام دینا یعنی تمام افراد انسانیہ خواہ کسی بھی ذات، رنگ، نسل خطے اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں دعوت اسلام سبھی کو پیش کی جائے گی چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، مگر آج ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو سخت اور مشکل محاذ سے ہٹا کر آسان محاذ اور عیش وعشرت والے مقام پر لاکھڑا کیا اور لگے اسلام کی تبلیغ کرنے۔ آج کل ایک مخصوص نام نہاد ”تبلیغی جماعت“ نے تو اپنا وطیرہ یہی بنا رکھا ہے کیوں کہ غیر مسلموں کو دعوت دین دینے میں بہت سی دشواریاں آتی ہیں اور کافی محنت بھی کرنا پڑتی ہے اور خود کو اسلام کے سانچے میں مکمل طور پر ڈھالنا پڑتا ہے لیکن یاد رکھیے! حکم ربی کا منشا ہی یہ ہے کہ ہم خدا کے فرمان کو ہر ہر انسان تک پہنچائیں ممکن ہے کہ ہماری تبلیغ سے کوئی بندۂ خدا کفر وضلالت کی وادیوں سے نکل کر اسلام کی پرنور وادی میں داخل ہوجائے اور ہمیشہ جلنے والی آگ کا نوالہ بننے سے بچ جائے اور بالخصوص آج کے جدید دور میں یہ بات زیادہ ضروری ہوگئی ہے کہ ہم غیر مسلموں تک اسلام کی صحیح تعلیم پہنچائیں کیوں کہ آج کا زمانہ میڈیا اور ٹکنالوجی کا زمانہ ہے جس کا سہارا لے کر دشمنانِ اسلام ہمارے مذہب کے

خلاف افواہیں پھیلانے عام ذہنوں میں اسلام اور سرکار مدینہ علیہ السلام کی غلط شبیہ پیش کرنے میں لگے ہیں ان سارے فتنوں کا جواب یہی ہے کہ ہم عمدہ پیرایہ میں اور منطقی انداز میں اسلام کی تبلیغ کو ہر فرد تک عام کریں۔

(۲) ”ایسی دلیل جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کردے۔“ راہ خدا کی طرف بلانے والے کے پاس ایسی دلیلیں ہوں جو مخالف کے اعتراضات کو رفع کر سکیں اور دین حق کو روشن کردیں اور اس پر وارد ہونے والے جملہ شکوک وشبہات تار عنکبوت کی مانند ٹوٹ جائیں کیوں کہ جب غیر مسلموں کو دعوت اسلام دی جائے گی تو وہ فوراً ہی اپنے آبائی مذہب سے دست بردار نہیں ہو جائیں گے بلکہ مذہب اسلام کے بارے میں تفتیش کریں گے، احکام اسلام پر اعتراضات اور دیگر مذاہب وادیان کے مقابلے اسلام کی برتری پر ثبوت طلب کریں گے ایسے مقام پر اگر داعی و مبلغ کے پاس دلائل نہ ہوں تو اس کو خفت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی اور یہاں پر اس کی شرمندگی مذہب کے لیے نقصان دہ ہوگی اس لیے ایسے مقامات پر وہی شخص تبلیغ کرے جس کے وافر دلائل، دلنشیں انداز، محققانہ طرز اور افہام وتفہیم کا اچھا مادہ موجود ہو۔

(۳) تیسری چیز اچھی نصیحت یعنی ”ترغیبات وترہیبات“ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ کرتے ہوئے جہاں لوگوں کو دعوت اسلام پیش کرے وہیں مطمئن کرنے کے لیے اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کر اسے دین کی طرف رغبت دلائے نیکیوں کا ذکر کرے اور اس کے بدلے جنت کا ذکر بھی کرے کیوں کہ جنت کا تذکرہ ہر قوم کے اندر ملتا ہے اور جہنم کا تصور بھی ہر قوم کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے لہٰذا نرمی و محبت سے جنت کی طرف رغبت دلائے اور جہنم سے خوف دلائے شاید یہی اس کے راہ راست پر آنے کا سبب بن جائے۔

(۴) چوتھے بہتر طریق یعنی راہ خدا کی طرف بلانے کے لیے آیات قرآنیہ کو ذریعہ بنائیں کیوں کہ آیات قرآنیہ میں وہ تاثیر ہے جو لوگوں کے قلوب اثر کرتی چلی جاتی ہے اور اس کا گہرا اثر ہوتا ہے اس کے علاوہ آیات کا آپس میں ربط وضبط، ایک آیت کا دوسری آیت کی تصدیق کرنا، آیات کا آپس میں متصادم نہ ہونا قرآن پاک کی حقانیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور جب دوران تبلیغ آیات قرآنیہ کو ذریعہ بنایا جائے گا تو یقیناً وہ افراد جن کی ہدایت کے لیے تبلیغ کی جارہی ہے محسوس کئے بغیر نہیں رہیں گے کہ جس مذہب کی مقدس کتاب اتنی خوبیوں کی حامل ہے یقینی طور پر وہ مذہب تمام مذاہب سے افضل واعلیٰ اور تمام تعلیمات پر حاوی و برتر ہوگا اور ویسے بھی تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ لوگوں کے مابین تبلیغ اسلام کرتے اور آیات قرآنیہ سناتے تو لوگ کلام الٰہی کو سن کر آغوش رحمت میں سماجاتے جس کی وجہ سے کفار مکہ نے کچھ شر پسندوں کو اسی کام پر متعین کر رکھا تھا کہ جب حضور ﷺ تلاوت قرآن کریں تو خوب شور مچائیں اور اتنا شور وغوغہ کریں کہ لوگ قرآن نہ سن سکیں کیوں کہ اگر انہوں نے قرآن سن لیا تو پھر ان کو مسلمان ہونے سے کوئی نہیں روک پائے گا چنانچہ وہ شریر کافر ایسا ہی کرتے تھے جہاں آپ تبلیغ کرتے ہوئے آیات تلاوت فرماتے تو فوراً ہی شور مچانا شروع کردیتے مگر اعانت حق کے آگے ظالموں کا یہ وار بھی ناکام رہا۔ الحاصل اس پوری تحریر کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں میں بھی دعوتی سرگرمیاں جاری کرنی چاہیے تاکہ ہم اسلام کی صحیح تصویر سب کے سامنے پیش کرسکیں۔ دانش مندی اسی میں ہے کہ ہم اپنی تبلیغ کا دائرہ بڑھاکر غیر مسلموں تک رسائی حاصل کریں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، افواہوں اور بے بنیاد اعتراضات کا قلع قمع کریں یاد رکھیں !اسلام ہدایت ورہبری کا آفتاب ہے لوگ زیادہ دیر تک آفتاب کی موجودگی کا انکار کر اس سے نظریں نہیں چرا سکتے انہیں آخر تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اسلام کا نور ہی کفر کے اندھیروں کو دور کرسکتا ہے اور اسی پر چل کر ہی دین ودنیا میں سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے۔

اسلام میں جانب داری وتعصب نہیں :اسلام وہ مقدس دین ہے جس نے معاشرے میں وحدت واخوت کو بڑھاوا دے کر بھائی چارگی اور انسانیت کے رشتے کو مضبوط کیا ہے اور فرقہ بندی اور تعصب وعناد برتنے سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت فسیلہ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے والد نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

يَا رَسولَ اللهِ اَمِنَ المعصية اَن يُحبّ الرجل قَومه قَال لاَ ولٰكن مِن المعصية ان يُعِين الرجل قَومه على الظلم. (سنن ابن ماجه كتاب الفتن، ج ٢ ص ٤٧١)

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا یہ تعصب ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات کتنی اچھی طرح صاف ہوجاتی ہے کہ اسلام قوم پرستی کے نام پر کسی ظالم کی حمایت نہیں کرتا۔ اسلام یہ

نہیں دیکھتا کہ ظلم کرنے والا کس نسل سے تعلق رکھتا ہے، اس کا دین کیا ہے؟ اسلام صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس کا عمل کیسا ہے؟ اگر وہ ظالم ہے اس سے سختی کی جائے گی اگر چہ وہ اسلام کا پیروکار ہو اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کی جائے گی چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو۔

آج پوری دنیا میں تعصب کا بول بالا ہے تمام ممالک و مذاہب حد درجہ تعصب و عناد سے کام لے رہے ہیں ایک ہی کام کے دو مطلب لیے جاتے ہیں اگر ایک کام اہل اسلام کرتے ہیں تو اسے نفرت و دہشت کے خانے میں رکھا جاتا ہے اور اسی کام کو دوسرے مذاہب سے وابستہ افراد کرتے ہیں تو اس کو قیام امن کی کاوش قرار دیا جاتا ہے اسی دورنگی کی وجہ سے آج دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے ایسے ماحول میں پیغمبر اعظم ﷺ کی اس پیاری تعلیم کہ ”ظالم کی مدد کرنا تعصب و نفرت ہے“ پر عمل کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس لیے اگر اس دنیا کو گہوارۂ امن بنانا ہے تو اسلام کی اس فکر کو عام بھی کیا جائے اور اس پر عمل بھی کیا جائے تبھی دنیا میں امن وامان قائم ہو سکتا ہے۔

انسدادِ دہشت گردی اور تاکید انصاف: اسلام دین امن ہے اس لیے بڑی سختی کے ساتھ فتنہ وفساد کی مذمت اور اس کی سد باب کی تدبیریں بھی کرتا ہے اور اہل اسلام کو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں عدل وانصاف کا پیمانہ قائم رکھیں کبھی ناانصافی نہ ہونے دیں، ذیل میں قرآن پاک کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں جن میں اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو فتنہ وفساد سے کتنی سختی سے منع فرمایا اور سب کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے:

لَا تَقْتُلوا النفس التی حرّم اللہ اِلّا بالحق. (بنی اسرائیل:۳۳)

اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہو ناحق نہ مارو۔

کُلّما اوقدوا نارا لِلحرب اطفاھا ویسعونَ فِی الارضِ فسادًا واللہ لایُحبّ المفسدین۔ (سورۂ مائدہ:۶۴)

جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔

اِنّ اللہ یُحب المقسطین۔ (سورۂ ممتحنہ:۸)

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

یاایّھا الذین آمنوا کونوا قوّامین للہ شھداء بالقسط وَلاَ یَجرِمنّکم شنان قوم علیٰ ان لاّ تعدلوا اِعدلوا ھُو اقربُ للتقویٰ واتقوا اللہ انّ اللہ خبیر بما تعملون۔ (سورۂ مائدہ:۸)

اے ایمان والوں اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ، انصاف کے ساتھ گواہی دیتے [رہو] اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس [بات] پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

وَاَحسنوا اِنّ اللہ یُحبّ المحسنین۔ (سورۂ بقرہ:۱۹۵)

اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کو محبوب ہیں۔

وَقُل آمنتُ بِما اَنزل اللہ مِن کِتاب واُمرتُ لِاَ عدلَ بینکم۔ (سورۂ شوریٰ:۱۵)

اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں انصاف کروں۔

ان تمام آیات میں اللہ رب العزت نے فتنہ وفساد کی ممانعت اور انصاف کرنے کی تاکید فرمائی ہے اس لیے ہر دور میں اہل اسلام نے قرآنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے انصاف کے پیمانہ کو ہمیشہ قائم رکھا اور کبھی قومیت یا تعلق کی بنیاد پر کسی کے ساتھ ناانصافی سے کام نہیں لیا اور ہر طرح کی فتنہ انگیزی، نفرت وعداوت اور دہشت گردی کو پنپنے یا پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیا۔

دہشت گردی پر دوہرا رویہ: آج پوری دنیا دہشت گردی کی لعنت سے جوجھ رہی ہے اور دنیا کا کوئی بھی خطہ اس بیماری سے محفوظ نہیں رہا ہے یہاں تک کہ دنیا کے وہ ممالک جو طاقت وقوت کی بنیاد پر سپر پاور ملک کہلاتے ہیں وہ بھی دہشت گردی کے عفریت سے نہیں بچ پا رہے ہیں ایسے میں سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ دہشت گردی کا سلسلہ ختم ہو اور دنیا میں امن وامان قائم ہو مگر یہ دعویٰ حقیقی کم اور بناوٹی زیادہ نظر آتا ہے کیوں اگر کسی خطے میں دہشت گردی کے واقعات میں ایسے لوگ ملوث پائے جاتے ہیں جن کا مذہبی تعلق اسلام سے ہو تو دنیا کے تمام لوگ اسلام کے خلاف محاذ کھول دیتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کو بڑھاوا دیتا ہے لیکن جب دیگر مذاہب سے وابستہ افراد دہشت گردی کے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں تو ساری دنیا کو سانپ سونگھ جاتا ہے اور بڑی صفائی کے ساتھ ایسے سارے معاملات پر پراسرار خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے اور کسی کی بھی زبان اس پر آمادہ نہیں ہوتی کہ اس پر کچھ گفتگو کی جائے۔ یہی وہ دوہرا رویہ ہے جس کی وجہ سے دہشت گردی مٹنے کی بجائے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ذیل میں ہم ان چند مسلم ممالک کی فہرست پیش کر رہے ہیں جو دہشت گردی کے طوفان سے جوجھ رہے ہیں مگر دنیا ان کی طرف نہ تو

متوجہ ہے، نہ ان کے لیے متفکر، اور نہ ہی کسی کو دہشت گردی نظر آتی ہے:

۱۔ فلسطین: بحیرہ روم کے جنوب و مشرق میں واقع یہ ملک اسلام ، یہودیت اور عیسائیت تینوں کے لیے ایک متبرک و مقدس مذہبی مقام ہے جہاں سے تینوں مذاہب کی عقیدت وابستہ ہے۔ فلسطین کا علاقہ ۱۰۴۶۰ مربع میل ہے اکثریت اہل اسلام کی ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے خاتمے کے کم و بیش ایک سال پہلے یہ ملک سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا لیکن ۱۹۴۸ء میں اہل مغرب خصوصاً برطانوی سازش کے نتیجے میں اس ملک میں زبردستی ایک یہودی مملکت ''اسرائیل'' کا قیام عمل میں لایا گیا جو سراسر انصاف کے خلاف اور دہشت گردی کی کھلی ہوئی مثال تھا۔ اسرائیل کے وجود میں آنے کے بعد سے ہی اہل یہود نے فلسطینی عوام کو ہراساں کرنے اور خوفزدہ رکھنے کے لیے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ آئے دن ظالم اسرائیلوں کے فوجی ٹینک فلسطین علاقوں میں گھس کر بڑی بے دردی کے ساتھ بچوں بوڑھوں نوجوانوں اور عورتوں کو قتل کرتے رہتے ہیں مگر اتنا لمبا وقت گزر جانے کے بعد بھی پوری دنیا خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے جب کہ اگر کسی یہودی کے کان میں بھی درد ہو جائے تو پوری دنیا میں شور مچ جاتا ہے مگر اہل اسلام کا اجتماعی قتل کسی کو نظر نہیں آتا۔

۲۔ لیبیا: افریقہ میں واقع اس ملک میں امریکہ اور اور اس کے ہمنوا ممالک نے محض اپنی بات نہ ماننے کو لیکر فرضی طور پر صدر مملکت کرنل قذافی پر دہشت گردوں کی معاونت کا الزام لگا کر اس ملک پر اپنے حامیوں کے ساتھ حملہ کیا اور کرنل قذافی کے خاندان سمیت ہزاروں لاکھوں لوگوں کو قتل کر کے اپنی کٹھ پتلی حکومت قائم کی۔ لیبیا پر بم برستے رہے مگر دنیا میں کوئی یہ کہنے والا نہ تھا کہ اس ملک میں بسنے والے عوام کو آخر کس جرم کی بنیاد پر گولیوں اور بموں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ قذافی مجرم تھا تو صرف ایک مجرم کے لیے پورے ملک کو ویران و برباد کرنا کیا کھلی ہوئی دہشت گردی نہیں ہے؟ مگر دنیا نے اس پر مجرمانہ خاموشی اختیار کر لی۔

۳۔ عراق: عراق جو کبھی ایک خوش حال اور زرخیز ملک تھا۔ جہاں اسلامی درس گاہیں اور تحقیقی دانش گاہیں آباد تھیں۔ پوری دنیا کے اہل علم جہاں اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے سفر کرتے تھے جو ملک سب کے لیے قابل رشک تھا اسی ملک پر ۱۹۹۱ء میں حملہ کر کے امریکہ و برطانیہ اور دیگر ممالک نے برباد کیا اور جو حسرت باقی رہ گئی وہ بعد میں کیمیاوی ہتھیاروں کا الزام لگا کر پوری کی گئی اور دنیا بھر کے دو درجن سے زائد ملک عراق پر چڑھ دوڑے اور پورے ملک میں خاک و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ بغداد کی گلیاں خون سے تر ہو گئیں، شہر ویران ہو گئے، اسپتال زمیں دوز ہو گئے، عوامی شاہراہیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں اور قریب آٹھ سے دس لاکھ عراقی افراد اس جنگ کے نتیجے میں قتل کر دیے گئے اتنا سب کچھ ہوتا رہا مگر پوری دنیا چین کی نیند سوتی رہی مظلوم عراقیوں کی دلدوز صدائیں سننے سے یہ سارے لوگ بہرے بن گئے کسی کی زبان سے امریکی و برطانوی دہشت گردی کی مذمت میں دو لفظ نہیں نکلے۔

۴۔ افغانستان: ہمت و بہادری کی اس سرزمین پر ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے بعد امریکہ اور اس کے حامیوں نے بغیر کسی تحقیق کے حملہ کیا اور پورے ملک کو اپنی وحشی فطرت، غیر انسانی شدت اور حیوانی خصلت و رذالت کی وجہ سے تاراج کر ڈالا ہزاروں لاکھوں افغانی مرد و خواتین کو قتل کر دیا گیا، بے قصور بچوں کو مار ڈالا گیا۔ اس حملے کے نتیجے میں شہر ویران ہوئے، فصلیں برباد ہوئیں، املاک تباہ ہوئیں اور پورا ملک کھنڈر بنا دیا گیا لیکن پوری دنیا مجرمانہ خاموشی کے ساتھ سارا تماشہ دیکھتی رہی اور آج بھی پوری ڈھٹائی کے ساتھ یہ سارا کھیل چل رہا ہے۔

اس لیے اگر دنیا سے دہشت گردی کو مٹانا ہے تو عدل و انصاف کا پیمانہ قائم کرنا پڑے گا اور جس دوہرے رویے کو اختیار کیا ہوا ہے اسے چھوڑنا ہوگا تبھی اس دہشت گردی سے نجات ممکن ہے ورنہ یہ آگ اسی طرح پھیلتی جائے گی اور دنیا اس میں جل جائے گی۔ اسلام دنیا کو امن و سکون کا گہوارا بنانا چاہتا ہے اسی لیے قرآن و احادیث میں جابجا فتنہ و فساد کو سختی سے منع کیا گیا اور انصاف کا حکم دیا گیا۔ جہاں انصاف ہوتا ہے وہاں دہشت گردی نہیں پنپ سکتی۔ ناانصافی کی گود سے ہی نفرت، دشمنی اور دہشت گردی کا جنم ہوتا ہے اس لیے اگر دہشت گردی کو مٹانا ہے تو انصاف کو عام کرنا پڑے گا جتنا انصاف بڑھے گا اتنا ہی دہشت مٹے گی۔ انصاف و دہشت گردی دو متضاد چیزیں ہیں ایک کا وجود دوسرے کے عدم کو چاہتا ہے، انصاف ہے تو دہشت نہیں اور انصاف نہیں تو دہشت خود بخود آئے گی اس لیے آئیں عہد کریں کہ اس دنیا کو انصاف سے بھر دیں اور امن و امان کا گہوارہ بنا دیں اور یہ سب تب ہی ممکن ہے جب اسلام کی تعلیمات پر کھلے دل سے عمل کیا جائے کیوں کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہونے کی ناطے پوری دنیا کو عدل و انصاف اور امن و امان کو گہوارہ دیکھنا چاہتا ہے اور اسلام کا پیغام محبت تو یہ ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

باباؤں کا تانڈو ہے باپو کے دیش میں

مولانا عبید اللہ خان اعظمی

یہ ملک جو دنیا میں رام اور کرشن کی روحانیت کے لیے جانا جاتا ہے اور جس کی سرزمین غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی، گرونانک اور سنت کبیر کے روحانی نغموں کی آماجگاہ ہے جس کی خاک سے اٹھنے والے بابائے قوم گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفے کو پوری دنیا نے اپنے اخلاقیات کے نصاب میں شامل کرلیا ہے، اسی ملک میں ایسی ایسی ڈھونگی، فریبی اور وحشی باباؤں اور سادھوؤں نے اپنا ڈیرہ ڈنڈا ڈال لیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ ان کے مظالم اور وحشت کی کہانیاں جب ان کے سامانِ عیش وعشرت سے لبریز سیکڑوں ایکڑ میں پھیلے لق ودق آشرموں سے باہر آتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وحشی درندے بھی ان کے مقابلے میں شاید زیادہ انسان واقع ہوئے ہیں۔ ڈیرہ سچا سودا کے بانی رام رحیم بھی اسی قبیل کا ایک خطرناک نام ہے، جو پچھلے تمام باباؤں کو کافی پیچھے چھوڑتے ہوئے آشارام باپو کی طرح عصمت دری کے واقعے میں ملوث پایا گیا ہے، جسے پچھلے پندرہ برسوں سے جاری مقدمے میں عدالت نے مجرم گردانتے ہوئے جیل بھیج دیا ہے۔ اس کو اس کی اصل جگہ پہنچانے میں پولیس اور فوج کو کتنی مشقت کرنی پڑی ہے اور کتنی جانیں اس کی نذر ہوئی ہیں، یہ پوری دنیا نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ستمبر ۱۹۹۰ء میں گرمیت رام رحیم سنگھ عرف رام رحیم بابا نے جب ڈیرہ سچا سودا کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی تھی، اس وقت سے اب تک ڈیرہ سچا سودا کے عقیدت مندوں اور سکھ مذہب کے پیروکاروں کے درمیان لگاتار خونی جھڑپیں ہوتی رہی ہیں اور اس کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حکومتوں نے بابا پر بجائے قانونی کارروائی کرنے کے ان کو پوری پوری سیاسی پناہ دی ہے اور اس بار تو بی جے پی کی حکومت نے ساری حدوں کو ہی توڑ دیا اور بابا کو "بلاتکاری" کہنے یا ماننے کو ہی تیار نظر نہیں آرہی ہے وہ تو سی بی آئی کے اسپیشل کورٹ کے جج کی انصاف پرستی اور جواں مردی ہے کہ اس نے اتنے بھاری برگد کو اکھاڑ پھینکا اور بی جے پی نے چار و ناچار وہ سب کچھ کیا جس کے کرنے کے لیے وہ دور دور تک آمادہ نہیں تھی۔ حصار میں واقع ان کے آشرم میں یوں تو سبھی پارٹیوں کے لوگ آتے جاتے رہے ہیں، لیکن ۲۰۱۴ء کے بعد بابا رام رحیم کا آشرم بی جے پی کے اقتدار میں سب سے بڑا حامی بن گیا ہے اور اس کا اس نے سیاسی فائدہ بھی خوب اٹھایا ہے۔

بابا رام رحیم کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ۲۰۱۴ء میں نریندر مودی نے بھی بابا کی تعریف کا پل باندھا تھا۔ بی جے پی کے قومی صدر امیت شاہ اور دہلی بی جے پی اکائی کے سربراہ منوج تیواری سمیت بھارتیہ جنتا پارٹی کے دیگر ڈھیر سارے لیڈران ان سے آشیرواد لینے جاتے رہے ہیں۔ ہریانہ کے وزیرِ اعلیٰ منوہر لال کھٹر بھی ان کے دربار میں حاضری دیتے رہے ہیں۔ ان کے اسپورٹس منسٹر شرما نے ان کے دربار میں حاضری دی اور ۵۱/لاکھ روپے دیا۔ ۲۰۱۴ء میں باضابطہ طور پر بابا رام رحیم نے بی جے پی کی حمایت کا اعلان کیا اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے کارکنان بھی جوق در جوق ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہوتے گئے۔ حالیہ واقعات میں ہریانہ کی بی جے پی حکومت نے جس شان سے بابا کو وزیرِ اعلیٰ اور صدر جمہوریہ کے ہوائی سفر میں استعمال ہونے والے ہیلی کاپٹر سے بھیجا ہے وہ اس بات کا گواہ ہے کہ بی جے پی اور بابا رام رحیم کے رشتے کتنے خوشگوار اور مضبوط ہیں کہ اس آندھی میں بھی مرجھائے یا متزلزل نہیں ہوئے۔

۲۰۰۲ء میں بابا گرمیت رام رحیم پر الزام لگا کہ انھوں نے دو لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ ایک مقامی اخبار کے ایڈیٹر رام چندر چھترپتی نے لڑکیوں کے اس سنگین الزام کو اپنے اخبار میں چھاپا جس کی وجہ سے ان کو جان سے مار دینے کی دھمکی موصول ہونے لگی۔ اس وقت ہریانہ میں دیوی لال کے بیٹے چوٹالہ کی حکومت تھی۔ رام چندر چھترپتی جی نے اس وقت کی چوٹالہ حکومت کو اطلاع دی کہ ان کی جان کو خطرہ ہے، اس کے باوجود حکومت کی جانب سے ان کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا، جس کے نتیجے میں ان کو اپنی جان گنوانی پڑی۔ بابا کے حامیوں نے ان کو ان کے گھر کے سامنے ہی گولیوں سے بھون ڈالا۔ چھترپتی جی کے لڑکے اس حادثے سے ڈرے نہیں اور اپنے والد کے خونیوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اسے بڑی پابندی سے جاری رکھا، گوکہ اب تک بیٹے کو انصاف نہیں ملا ہے، تاہم اب جب بابا کا اصلی چہرہ سامنے آگیا ہے، ممکن ہے کہ عدالت اس معاملے میں بھی بابا کو قرارِ واقعی سزا سنائے۔ بابا کے خلاف جن دو لڑکیوں نے عصمت دری کا مقدمہ دائر کیا وہ بھی کم ہمت کا کام نہ تھا اور ان بہادر لڑکیوں کے عزم اور قانون پر اٹوٹ بھروسے کا ہی ثمرہ ہے کہ آج یہ وحشی

پنجرے کے اندر رہے۔ دونوں کو چھترپتی جی کی ہی طرح دھمکیاں ملتی رہیں، مگر وہ خوف زدہ نہیں ہوئیں، بلکہ پندرہ برسوں تک انصاف کے لیے اپنی جد وجہد جاری رکھی۔ بالآخر سی بی آئی کے خصوصی جج نے بابا کو مجرم قرار دے دیا، جس کی وجہ سے ملک کی تین ریاستوں، پنجاب، ہریانہ اور دہلی میں بڑے پیمانے پر غنڈہ گردی، فساد اور آتش زنی کے واقعات رونما ہوئے۔ اب تک ۳۰ افراد ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہو چکے ہیں اور پولیس اور میڈیا کی کئی گاڑیوں، کئی بسوں، درجنوں موٹر سائیکلوں کو نذر آتش کر دیا گیا ہے۔ بہت سی سرکاری عمارتوں کو بھی جلا دیا گیا ہے، جس چھوٹے شہر پنچکولہ میں مقدمے کا فیصلہ ہوا، دو روز پہلے سے ہی وہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی تھی پھر بھی وہاں بابا کے ہزاروں حامی اور عقیدت مند کیسے جمع ہو گئے؟ پولیس کو مقدمے کے فیصلے کی جگہ، تاریخ اور وقت معلوم تھا، اس کے باوجود اس نے لوگوں کو وہاں بڑی تعداد میں کیوں جمع ہونے دیا؟ یہ اہم سوال ہے۔ سننے میں یہ آ رہا ہے کہ اوپر سے یعنی وزیر اعلیٰ کی طرف سے ممانعت تھی کہ بابا کے حامیوں پر زور زبردستی نہ کی جائے، جس کی وجہ سے پولیس بے بس ولاچار بنی رہی۔ بابا کے حامی جب تشدد کی انتہا پر آمادہ ہو گئے تب کہیں جا کر پولیس نے اپنے ہاتھ پیر کھولے اور بعد میں فوج طلب کر لی گئی۔ بابا کو پولیس نے گرفتار کر تو لیا مگر انھیں ہیلی کاپٹر کے ذریعہ حصار لے جایا گیا، اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ضرور رکھا گیا ہے لیکن جیل میں بھی ان کی چمک دمک ماند نہیں پڑی ہے اور بی جے پی کی حکومت نے ان کے کمرے میں ایئر کنڈیشنڈ اور قیدیوں کے کپڑے میں نہیں بلکہ اپنے مخصوص طرز کے لباس میں رہنے کا پختہ انتظام کر دیا ہے اور اس کے کھانے کا بھی علاحدہ سے خاص نظم کیا گیا ہے۔

بی جے پی کے بدنام زمانہ ایم پی ساکشی مہاراج نے ڈیرہ سچا سودا اور بابا رام رحیم کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ سادھو سنیاسیوں کے خلاف سازش رچی جا رہی ہے، وہ کورٹ کے فیصلے کا احترام کرتے ہیں، کورٹ ایک شکایت کنندہ کی بات تو سن رہی ہے لیکن ان کے لاکھوں لوگوں کی بات نہیں سن رہی جو رام رحیم کو بھگوان مانتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج ملک کی زیادہ تر ریاستوں میں بی جے پی اور اس کے در پردہ آر ایس ایس کا راج ہے اور آر ایس ایس کو یوگیوں اور باباؤں سے ہی خوراک ملتی ہے۔ اب وہ بابا چاہے اپنے آشرم میں وطن کی بیٹیوں کی عصمت دری کرے یا ان کا جنسی اور سماجی استحصال، اس سے بی جے پی کو کیا مطلب ہو سکتا ہے وہ تو اپنے اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے میں لگی ہوئی ہے، اس میں بھی دو رائے نہیں کہ موجودہ حکومت عدلیہ میں بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت کرتی نظر آ رہی ہے، اس کے باوجود ملک میں جمہوریت اور انصاف کا قلعہ کمزور ضرور پڑا ہے مگر مسمار نہیں ہوا ہے۔ سیاسی پارٹیوں کو عدالت کا یہ رخ کبھی نہیں بھائے گا مگر عوام کا حوصلہ اس سے ضرور بلند ہوگا اور امید ہے کہ اور بھی بہت سے ڈھونگی چہرے عنقریب بے نقاب ہوں گے۔

(ص:۵۶ / کا بقیہ)

امیٹھی میں عرس ملا احمد جیون

جمعرات ۳ / اگست ۲۰۱۷ء مدرسہ دار العلوم اہل سنت ملا احمد جیون کے وسیع وعریض میدان میں بڑے ہی شان وشوکت کے ساتھ عرس ملا احمد جیون منایا گیا، جس کی تقریبات میں بعد نماز فجر قرآن خوانی ودعا خوانی اور بعد نماز ظہر محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا جس میں علما و شعرا حضرات کی بھی خوب دلجوئی کے ساتھ شرکت رہی، جس کی سرپرستی بانی مدرسہ سید انصار احمد قبلہ نے فرمائی وصدارت قاری ذاکر علی قادری پرنسپل حنفیہ ضیاء القرآن نے فرمائی جس کا آغاز صوفی اشتیاق نے نظامت کے فرائض کو انجام دیتے ہوئے حضرت حافظ و قاری ارشاد مدرس مدرسہ ہذا کو مدعو کیا جنھوں نے تلاوت کلام اللہ سے افتتاح کیا۔ اس کے بعد نعت و منقبت کا سلسلہ جاری ہوا جس میں شاعر اسلام قاری بلال اور مداح رسول قاری ظہیر نے عمدہ انداز میں بارگاہ ملا احمد جیون میں خراج عقیدت پیش کیا، حضرت مولانا ذوالفقار بانی مدرسہ اشرفیہ باب العلم نئی سڑک بارہ بنکی نے خطاب فرمایا۔ مسلمانان اہل سنت کو درس دیا کہ اپنے بچوں کو دینی و دنیاوی دونوں تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کریں، ساتھ ہی فرمایا، ملا احمد جیون جید عالم دین اور حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ کے استاذ گرامی تھے۔ آپ کی دو مشہور تصانیف تفسیرات احمدیہ اور نور الانوار صرف ہندوستان کے ہی مدارس اسلامیہ میں نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مدرسہ ہذا، قصبہ امیٹھی سلطان پور روڈ ضلع لکھنؤ میں ہے جو لکھنؤ سے تقریباً ۲۵ / کلو میٹر کی دوری پر ہے۔ ساتھ ہی قاری ذاکر صاحب نے صدارتی خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، میرا گزر قصبہ امیٹھی سے حضرت علامہ محمد احمد مصباحی اور ان کے دیگر رفقا کے ساتھ ہوا تو تمام محبان گرامی نے چاہا کہ ہم لوگ سرکار ملا احمد جیون کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کریں، تو بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے۔ یہاں کی خستہ حالی کو دیکھ کر علامہ موصوف کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا: اس کی بھی ذمہ داری علما کی ہے، آپ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج خانقاہ و مسجد و مدرسہ اور دیگر چیزیں یہاں کامیابی کا راستہ طے کر رہی ہیں۔ ساتھ ہی فرمایا: ملا احمد جیون اللہ کے محبوب اور بزرگ ترین شخصیت ہیں، پھر حضرت مولانا غلام جیلانی نے صاحب نے بھی روشنی ڈالی۔ اس پر بہار موقع پر مدرس مدرسہ ہذا و طالبان علوم نبویہ و کمیٹی کے تمام ارکان حضرات موجود تھے، بعد صلاۃ وسلام بانی مدرسہ سید انصار احمد کی دعاؤں پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

از: دار العلوم ملا احمد جیون، امیٹھی، لکھنؤ

فکر و نظر

کربلائے عصر اور ہماری ذمہ داریاں

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

نومبر ۲۰۱۷ء کا عنوان	قرآن عظیم اور احادیثِ نبویہ سے بیک وقت تین طلاق کا ثبوت
دسمبر ۲۰۱۷ء کا عنوان	سوشل میڈیا اور ہماری ذمہ داریاں

کربلاے عصر اور باطل یورشیں

از: مفتی توفیق احسن برکاتی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

پوری انسانی دنیا میں اسلام واحد مذہب ہے جو ہر آن باطل طاقتوں سے برسرِ پیکار ہے اور اپنی ستھری تعلیمات کی بدولت انسانیت کا نجات دہندہ بنا ہوا ہے، جس نے آج تک کبھی ظلم کی بالادستی کو قبول نہیں کیا ہے، اس دین نے ہر عہد میں فرعونی، نمرودی، یزیدی، طاغوتی حکومتوں کا تختہ پلٹا ہے، دنیا بھر میں جتنے پیچیدہ مسائل پیدا ہوتے ہیں اور جو مصیبتیں انسانی برادری کو زخم خوردہ بنا رہی ہیں اسلام ان مسائل کا شافی حل پیش کرتا ہے اور پیش آمدہ مصائب و آلام سے چھٹکارا دلاتا ہے۔ اس دین نے اپنے ماننے والوں کو بے شمار دینی، ملی عائلی، سماجی، معاشرتی، ملکی و بین الاقوامی ذمہ داریاں تفویض کی ہیں کہ وہ کہیں بھی ہوں ان ذمہ داریوں سے آنکھیں نہیں چرا سکتے، انھیں ہر حال میں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہیں، حالات پر نگاہ رکھنا ہے، امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور مختلف میدانوں میں ان کی کامرانیوں کے حوالے سے فکر مند رہنا ہے، یہ ذمہ داری کہیں انفرادی ہے کہیں اجتماعی، جہاں جیسا ماحول ہوگا مناصب بھی اسی انداز میں تقسیم کیے جائیں گے۔ "کربلا" ظلم و زیادتی کا بڑا مشہور استعارہ ہے، جس طرح "لکل فرعون موسیٰ" جیسے مقولے کو شہرت حاصل ہے اسی طرح "لکل یزید حسین" اور "کربلا" معروف ہے۔ کربلا کا استعاراتی نظام اس قدر ہمہ گیر اور واقعاتی ہے کہ ہر باشعور انسان اس سے باخبر ہے اور امام حسین جیسے حق پرست، حق گو، حق جو کے مقابلے میں یزید کو ظالم و جابر اور دہشت پسند قرار دیتا ہے، مذکورہ عنوان "کربلاے عصر" حالیہ عہد میں اہل اسلام کے خلاف باطل صہیونی، طاغوتی اور ہندوتو جیسی نابکار قوتوں کی ظالمانہ پیہم یورشوں کی عکاسی کرتا ہے۔

اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں کے قتل عام، خونریزی، عصمت دری، املاک کی تباہی اور اسلامی آثار کے انہدام کی خبریں اکثر شوشل میڈیا کے توسط سے ملتی ہیں، دیگر میڈیائی اداروں کی اپنی پالیسی ہے، اس وقت دنیا بھر میں پھیلے سب سے بڑے چودہ میڈیائی ادارے یہودیوں کی ملکیت ہیں، اس لیے خبروں کے ارسال و ترسیل میں یہودی پالیسی کو ضرور دخل ہوتا ہے اور امت مظلومہ کے حوالے سے ان کی ارسال کردہ کوئی خبر ساٹھ فیصد بھی سچ نہیں ہوتی، شوشل میڈیا کی ہر خبر بھی قابل اعتبار نہیں ہوتی، ان میں تیس چالیس فیصد ملاوٹ ہوتی ہے، ہاں آپ کے کسی معتمد قریبی ساتھی نے پوری تحقیق کے بعد کوئی خبر بھیجی ہو تو اس پر ۱۰۰ر فیصد یقین کیا جاسکتا ہے۔ آئے دن فیس بک، ٹیوٹر، انسٹاگرام، یوٹوب اور واٹس ایپ وغیرہ پر جو تصویریں اور ویڈیوز اپلوڈ کیے جاتے ہیں ان کی صداقت مبہم اور حقیقت غیر یقینی ہوتی ہے، مختلف زبانوں کے اخبارات و رسائل میں عالمی خبریں انگریزی سے ترجمہ ہوتی ہیں اور ملکی خبروں میں اکثر ٹی وی چینلوں سے حاصل کی جاتی ہیں، ایسے میں صد فیصد کوئی خبر سچی نہیں ہوتی، سوائے اسپورٹ کے کہ یہاں جھوٹ نہیں لکھا جاسکتا۔ ہم نے یہ باتیں اس لیے لکھ دی ہیں تاکہ کسی ویڈیو کو دیکھ کر یا کسی تصویری خبر کو پڑھ کر، صاحب معاملہ سے تحقیق کیے بغیر فتویٰ لگانے والے افراد اپنے رویے پر نظر ثانی کرسکیں۔

یہ بات انتہائی پختہ ہو چکی ہے کہ دنیا اہل اسلام کی اسلامی شناخت

مٹانے کا ہر جتن کر رہی ہے، انھیں مالی اعتبار سے کمزور کرنا، ان کی اقتصادی پوزیشن پر شب خون مارنا، علمی و تعلیمی اعتبار سے انھیں پیچھے ڈھکیل دنیا، ان کے ساتھ غیر انسانی رویہ اپنانا باطل طاقتوں کے منشور میں شامل ہے۔ شام، عراق، افغانستان، لیبیا، مصر، یمن، برما وغیرہ ممالک میں مسلمانوں کے خون کی جو ہولی کئی صدیوں سے کھیلی جارہی ہے وہ ہمارے بیان کی تصدیق کے لیے کافی ہے، ہر ملک ایک کربلا سے دوچار ہے، چاہے سربراہ مسلم ہو یا غیر مسلم، شام، مصر، پاکستان، یمن کو مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ملک ہندستان میں بھارتی جنتا پارٹی کی جابرانہ سیاست اور آر ایس ایس کی ہندوتو پذیر پالیسی کا منصوبہ بند نفاذ ہر کسی کے لیے لمحہ فکریہ ہے، وہ صوبے جو بی جے پی کے زیر اثر ہیں ان میں مسلمانوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے، جہاں اس پارٹی سے نئی نئی حکومت بنائی ہے وہاں انتقامی سیاست کی ہوڑ سی مچی ہوئی ہے، نہ جمہوری ضابطے ہیں، نہ انسانی ہمدردی کا نام ونشان، بے شعور ننھے ننھے بچوں کی اجتماعی اموات پر بھی ان حکمرانوں کی بے حسی اور الزام تراشی کی نازیبا حرکتیں ایک کریہہ منظر پیش کرتی ہے اور تاریخ کا ایک سیاہ ورق قلم بند ہو رہا ہے، ہر انصاف پسند مجبور و مقہور ہے، جمہوریت کا نام لینے والا خون کے آنسو رو رہا ہے، ایجوکیٹیڈ افراد بے بسی محسوس کر رہے ہیں، یہ کون سا انقلاب ہے؟ کون سا انداز حکومت ہے؟ ساری جانچ پڑتال، تحقیق و تفتیش اسلامی اداروں، مراکز کی ہو رہی ہے؟ گویا ان کی نگاہ میں مسلمان ہر الزام برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور بالآخر وہ مجرم بھی ثابت ہو جائے گا، یہ ایک منظم پلان اور منتخب پالیسی کے تحت ہو رہا ہے۔ ان حکومتوں کی اپوزیشن پارٹیاں بھی کسمپرسی کا شکار ہیں، وہ کریں تو کیا کریں؟

ووٹوں کی سیاست کی جگہ نوٹوں کی سیاست، نوٹوں کی سیاست کی جگہ الزاموں کی سیاست، الزاموں کی سیاست کی جگہ دھمکیوں کی سیاست اور پھر کھل کھلا انتقامی سیاست نے جمہوریت پر یقین رکھنے والوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے، اقلیتوں میں مسلم اقلیت بطور خاص ان کے نشانے پر ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ جہاں عالمی طاقتیں ہمیں مجرم ثابت کر کے نیست و نابود کرنا چاہتی ہیں، ملکی و صوبائی حکومتیں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں، کہیں اُن کے مظالم ہیں، کہیں اِن کا انتقام ہے۔ یہ وقت پوری دنیا کے اہل اسلام کے لیے انتہائی آزمائش کا ہے، اب جذباتیت کے اندھیرے بالکل کام نہیں دیں گے، ہمیں پورے ہوش و حواس میں رہ کر منضبط طور پر خود کو باقی رکھنے اور حقوق کی بحالی کی کوششیں کرنی ہوں گی، منصوبہ بندی جب تک ہمارا شعار نہ بنے گی کامیابی کبھی ہمارے قریب نہیں آسکتی۔ کاغذی مشوروں سے کسی زمانے میں کام چلا ہو تو ہو، لیکن موجودہ عہد میں یہ محض کاغذ کی ناؤ جیسے ہیں، جو پانی کا ہلکا بہاؤ بھی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس لیے زمین پر اتر کر حرکت دکھانے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنی مصروفیت زمینی انداز میں پیش کرنی ہے، تبھی یہ قوم یاسیت کے اندھیروں سے نکل سکتی ہے اور ساحل مراد پر پہنچنے کا خیال کیا جاسکتا ہے۔ مسلم ممالک خود اپنی گندی، اندھی سیاست میں الجھے ہوئے ہیں، کرپشن، انتقام، جوڑ توڑ کی سیاست نے ان کی قوت اتنی کمزور کر دیا ہے کہ وہ کچھ کرنے اور سوچنے سے رہے! پچاس کے قریب مسلم ممالک کا فوجی اتحاد کس کام کا؟ کیا یہ اتحاد اپنی حکومت بچانے کے لیے کیا گیا ہے؟ یا اس میں مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کا بھی خیال مضمر ہے، ظالم حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے مظلوموں کو نجات دلانا بھی مقصود ہے؟ جب یہ ممالک دنیا کے کسی ظالم حکمراں کے خلاف اجتماعی طور پر آواز بلند نہیں کر سکتے تو اس اتحاد کا کیا مطلب؟ یہ فوجی جنرل کیا محض جرنلسٹ بنے رہیں گے یا واقعی ان میں فوجی جذبہ ہوگا اور ان میں امت مسلمہ کی بھلائی کے لیے کچھ کر گزرنے کا خیال زندہ ہوگا؟ کیا ہماری ذمہ اسی قدر ہیں کہ ایک ساتھ کھڑے ہو کر فوٹو کھنچوالیں اور اتحاد کا اعلان کر دیں اور انفرادی طور پر ظالموں کے حلیف بھی بنے رہیں، ان کی قصیدہ خوانی کرتے رہیں، انھیں مدعو کر کے ان کی ضیافت کریں اور ان کی حمایت میں پُر زور جملے کہتے رہیں، یہ زندہ دلی نہیں مردہ ضمیری اور بزدلی ہے، وہ دن دور نہیں جب یہ سب کچلے جائیں گے، دشمن موقع تلاش کر رہا ہے، جوں ہی اسے موقع ملے گا ساری دوستی اور عہد و پیمان بھلا کر وہ ان ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا، نہ اسے ضیافت یاد رہے گی نہ ہمدردی کے بول، یہ مارِ آستین کبھی کسی کے نہیں ہوتے۔

ایک بات اور ذہن نشین رکھیں کہ کمرے کی چہار دیواری میں مقید ہو کر ظالم حکمرانوں کو کوسنا اور انھیں انسانی سیاست کا سبق ازبر کرانا انتہائی بزدلانہ عمل ہے، یہ مٹی کے گھروندوں سے بھی کمزور مکان ہے جسے ہم بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور سارا بوجھ ارباب حل و عقد کے سر ڈال دیتے ہیں، کوئی مجھے بتائے یہ ارباب حل و عقد کہاں ملیں گے، دانشوران قوم کسی کھیت میں پیدا ہوتے ہیں؟ ہر ایک کے پاس متعدّد سوالات ہیں اور جواب کن کو دینا ہے، ارباب حل و عقد کو، لیکن یہ لوگ کہاں ملیں گے کسی کو پتہ نہیں، گویا یہ کوئی الگ مخلوق ہیں جو ہمارے مسائل کو چٹکیوں میں حل کر دیں گے اور ہمیں ہر سوال کا جواب مل جائے گا، یہ عمل اپنی ذمہ داری سے بھاگنا ہے اور کچھ نہیں، حدیث شریف میں ہے: ”کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ“ تم میں کا ہر فرد ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کا سوال ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہمیں اپنی بساط کے مطابق ہی اقدام کرنا لازم ہے، فرمان الٰہی ہے: لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ لیکن ہر معاملے میں یہی بزدلانہ رویہ

اور دانش وری کا ہوّا قطعاً انسانیت کی خدمت نہیں نہ یہ جواں مردی ہے۔ یہ اپنی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرنا ہے جسے کبھی درست نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔کم ازکم ہمیں جذبہ حسینیت اپنے دلوں میں جوان رکھنا ہے اور عملی اقدام کرکے اسلام اور مسلمانوں کی زندگی کا سامان بھی کرنا ہے ورنہ کوئی کربلا کبھی فتح نہیں ہوگا اور انسانیت سسکیاں لیتی رہے گی اور ظالم یزیدی اپنی فتح کا جشن مناتے رہیں گے۔

واقعاتِ کربلا اور عصرِ حاضر میں ہماری ذمہ داریاں

از: مفتی محمد علی فاروقی۔ قاضی شہر رائے پور، چھتیس گڑھ۔ mohammad ali farooqui786@yahoo,co

محرم کا چاند دیکھتے ہی ساری دنیا پر ایک عجیب کیفیت سی چھا جاتی ہے صدیوں پرانے ذکر کربلا سے ہر گلی وکوچہ اور بازار وشاہ راہیں گونج اٹھتی ہیں۔ کوئی مسلمان نہیں جو غم حسین میں اشکبار نہ ہو۔ کوئی دل نہیں جو محبت حسین میں سرشار نہ ہو۔ جدھر دیکھیے ایک ہی داستاں سنائی دیتی ہے، جہاں جائیے ایک ہی صدا بلند ہوتی ہے۔ جدھر توجہ کیجئے ایک ہی ذکر کی محفل سجی نظر آتی ہے۔ مرد سے لے کر عورت تک بچّوں سے لے کر بوڑھوں تک ہر کوئی غم حسین میں مضطرب و بے چین نظر آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ صدیوں پرانہ واقعہ نہیں بلکہ کل کا کوئی تازہ حادثہ ہے۔

چودہ سو سال میں نہ جانے کتنے دریا خشک ہوگئے، نہ جانے کتنے جھرنوں کے ترنم خاموش ہوگئے ،نہ جانے کتنے چشموں کا ابال ختم ہوگیا مگر یاد حسین میں بہنے والی آنکھوں کا دریا نہ سوکھا ہے اور نہ سوکھے گا۔ نہ اس کا چشمہ ختم ہوا ہے اور نہ کبھی ختم ہوگا۔ جب تک مائیں اپنے بچّوں کو الا اللہ کی لوریا سنائی رہیں گی۔ مسجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی، مسجد کے محراب و منبر سے قال اللہ وقال الرسول کا صوت سرمدی گونجتا رہے گا۔ تب تک غم حسین کی یاد میں آنکھوں کا دریا بہتا رہیگا۔ اور کربلا کا پیغام سرمدی گونجتا رہیگا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست دردست یزید
حقاکہ بنائے لاالہ ہست حسین

سید الشہدا امام عالی مقام کی ولادت طیبہ ۵ شعبان ۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ مولائے کائنات کے دوسرے شہزادے تھے۔ ولادت کے ۷ دن بعد آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ اور خود رسول پاک ﷺ نے آپ کا نام حسین رکھا

احادیث کریمہ میں آپ کی بڑی فضیلت آئی ہے آپ کو اور آپ کے برادر اکبر امام حسن کو رسول پاک ﷺ اکثر سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی کبھی آپ انھیں فرط محبت سے کاندھے پر سوار بھی کیا کرتے تھے۔

رسول پاک ﷺ کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کا دور آیا تینوں خلفا آپ سے بے حد محبت کرتے اور آپ بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان خلفاء میں صدیق اکبر آپ کی نانی محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے والد تھے خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم آپ کے بہنوئی تھے اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی آپ کے خالو تھے اس لحاظ سے ان سبھوں کی اہل بیت سے رشتہ داریاں بھی تھیں جس کی وجہ سے محبت والفت کی جو فضا دور رسالت میں قائم ہوئی وہ تاحیات قائم رہی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض سیاسی مصلحت کی بنیاد پر اپنی زندگی میں یزید کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس سلسلے میں صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یزید کی خلافت پر ان ہی کے بھائی زیاد بن ابو سفیان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی سختی سے مخالفت کی۔ اس لیے ان کی زندگی میں حضرت امیر معاویہ کچھ زیادہ قدم آگے نہیں بڑھا سکے۔ مگر ان کے بعد یہ منصوبہ کچھ اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

یزید ایک فاسق وفاجر اور لا ابالی قسم کا آدمی تھا۔ اسی لیے زیاد بن ابو سفیان نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ خود حجاز جو اس وقت علم وعرفاں اور فکر وفن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں جو موجود تھے وہ یا تو صحابی تھے یا صحابہ کی اولاد۔ اس لیے وہاں کا ہر فیصلہ خطہ عرب کا ہر علاقہ قبول کرتا تھا اور وہاں کی ہر رائے آخری سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ خود امیر معاویہ بھی اس وقت تک یزید کے کرتوتوں سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ باپ کے دبدبہ کی وجہ سے یزید کی ساری کارستانیاں پوشیدہ ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ اس کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ اسی لیے آپ نے بعض سیاسی مصلحت کے بنا پر کسی نہ کسی طرح اسے اپنا جانشین بنادیا۔

۶۰ ھ میں حضرت امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید تخت حکومت پر بیٹھا چونکہ وہ ایک لاابالی اور عیاش قسم کا آدمی تھا۔ جس کی خلافت کوابتدا میں تقریبًا اکثر صحابہ نے ناکار دیا تھا۔ اس کی خلاف شرع حرکتوں پر جن ہستیوں نے اعلانیہ طور پر اظہار مذمت کیا۔ ان میں حضرت امام حسین حضرت عبداللہ ابن زبیر حضرت ابن عمر تھے۔ جنھوں نے کھل کر اس کی مخالفت کی۔

خصوصًا امام حسین خلافت علیٰ منہج نبوت کے قیام کے لیے حالات کے بگڑنے کے باوجود، حکومتی جبر وقہر کی کڑکتی ہوی بجلی میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے عملی اقدام فرماتے ہوئے کوفہ کی طرف کوچ فرمایا۔

مگر عبیداللہ ابن زیاد کی چالاکیوں سے آپ کوفہ سے پہلے ہی گھر گئے۔ حربن یزید ریاحی نے آپ کو کوہ ذی حشم میں ہی جاگھیرا، اس موقع پر حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے آپ نے مراجعت کا فیصلہ فرمایا مگر حر سینہ سپر ہوگیا اور آپ کو اپنے فیصلے کو بدلنے پر مجبور کرنے لگا۔ یہ موقعہ تھا کہ آپ اپنے ہمراہیوں سمیت اس پر ٹوٹ پڑتے اور اسے کھدیڑ دیتے۔ مگر آپ نے صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے ہوئے دشمن کے سامنے حجازی مہماں نوازی کا ایسا ثبوت دیا جو آج کے دور میں ہمارے لیے بہترین مشعل راہ بن کر ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حر کا لشکر جب خیمہ امام حسین کے قریب پہنچا تو آپ نے اہل بیتی مہمان نوازی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کہا۔ یہ دور سے آرہے ہیں ابھی یہ بھوکے پیاسے ہیں۔ اس لیے ان کے گھوڑوں وغیرہ کے لیے دانہ پانی کا فورا انتظام کیا جائے۔ اور پھر خود فوجیوں کی مہمانوں کی طرح پانی وغیرہ سے خاطر دار وتواضع میں لگ گئے۔ اتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ نے اذان دلوائی اور پھر ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے حمد وثنا کے بعد اپنی فضیلت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔ جس میں آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں خود سے نہیں آیا ہوں، بلکہ تم لوگوں کے بلوانے پر میری آمد ہوئی ہے۔ اب اگر تم اسے ناپسند کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ آپ کے تقریر سے پورے لشکر پر سناٹا طاری ہوگیا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ ان لوگوں نے اپنی اس خاموشی سے آپ کی باتوں کی تائید بھی کر دی، ان کی خاموشی دیکھ کر آپ نے حر سے دریافت فرمایا کہ نماز کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے کہ ہمارے ساتھ پڑھو گے یا الگ جماعت قائم کروگے۔ حر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی تمنّا ظاہر کی، جس پر آپ نے امامت کا منصب سنبھالا اور دونوں طرف کے تمام لوگوں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ یہ تاریخ کربلا کی پہلی جماعت تھی، جس میں دوست و دشمن سبھی آپ کی امامت اور آپ کی قیادت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی اقتدا کر رہے تھے۔ یہ آپ کی دانش مندی کا ایک ایسا مظاہرہ ہے جو آج کے دور میں ہمیں نیا حوصلہ دے رہا ہے کہ کس طرح دشمنوں کے درمیان رہ کر بھی ان سے اپنی قیادت کا لوہا منوایا جاسکتا ہے۔

اس موقع پر آپ کے ساتھیوں نے آپ کو مشورہ بھی دیا کہ ہم آسانی سے ان سے نپٹ سکتے ہیں ابھی ان کا مقابلہ بھی آساں ہے مگر آپ نے اپنے ہمراہیوں کو صبر وتحمل کی نصیحت کرتے ہوئے ان کے بھڑکتے ہوئے جذبہ شہادت کو ٹھنڈا کیا۔ ورنہ اس موقعہ پر آپ تلوار لے کر سامنے کھڑے ہو جاتے تو حر کی فوج کی ہمت نہیں تھی کہ آپ کا راستہ روک لیتی۔ مگر آپ نے اس موقعہ پر صبر وبرداشت کا جو مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ دعوت عزیمت کا روشن باب ہے۔ جو طاقت وقوت کے باوجود ٹکراو سے بچ کر صبر تحمل اور عزم واستقلال کی تاریخ مرتب کرتا ہے، میدان جنگ میں ٹکراؤ سے بچنے کے لیے ساتویں محرم کا واقعہ بھی تاریخی نوعیت کا عجیب واقعہ ہے۔ بیعت کا معاملہ لے کر جب عبیداللہ ابن زیاد کے حکم سے نہر فرات پر پہرہ بیٹھا دیا گیا۔

آہنی تلواروں کی دیواریں کھڑی کر دی گئی اور پانی کے ایک ایک قطرہ پر بندش لگادی گئی۔ اس وقت آپ کے ساتھیوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ نہر پر دشمنوں کی کمک کے آنے سے پہلے قبضہ کر لیا جائے ورنہ بعد میں سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر اس موقعہ پر بھی آپ نے جنگ کی ابتدا سے اپنے کو روکے رکھا۔ اگر آپ اس وقت حملہ آور ہو جاتے تو واقعہ کربلا پیاس کی تاریخ سے خالی ہو جاتا مگر آپ کی ذات پر بھی ہمیشہ کے لیے دھبہ لگ جاتا کہ آپ نے چند قطرے پانی کے لیے ساتھیوں کو کٹوا دیا، جس کے نتیجہ میں دشمن اس کا پورا فائدہ اٹھاتا اور آج کربلا کی تاریخ کا کوئی دوسرا ہی رخ سامنے آتا۔ مگر آپ نے وہاں بھی صبر وضبط کا ایسا شاندار مظاہرہ فرمایا۔ اور ٹکراؤ سے بچ کر تحفظ اسلام کا ایسا طریقہ عطا فرمایا جو آج کے موجودہ دور میں اہل ایمان کے لیے بہترین مشعل راہ ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ابھی آپ اپنے قافلہ کے ساتھ نینوا پہنچے ہی تھے کہ عبیداللہ ابن زیاد کا خط لے کر ایک سوار حربن یزید ریاحی کے پاس پہنچا۔ جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ امام حسین کو روک کر وہاں اتار و جہاں چٹیل

میدان ہے۔ حر نے عبید اللہ ابن زیاد کے حکم سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا قریب ہی میں غاضریہ یا شفیہ گاؤں ہے۔ ہم لوگ وہاں ٹھہر جا ئیں گے۔ جس پر حر نے مجبوری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو آپ کو چٹیل میدان میں اتارنے کے لیے کہا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ میرے ہمراہ عبید اللہ ابن زیاد کا ایک نگراں بھی موجود ہے جو ہمارے سارے کا موں کی نگرانی بھی کر رہا ہے جو ہماری ایک ایک بات کی اسے خبر بھی کرے گا۔ حر کا یہ جواب آپ کے ساتھیوں کو بے حد ناگوار گزرا۔ زہیر ابن قین تو تڑپ اٹھے۔ عرض کرنے لگے۔ یا اماما! ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اسی وقت ان سے نپٹ لیں، ورنہ کوفہ سے مزید کمک پہنچ جائے گی تو اس وقت ان سے نپٹنا آسان نہ ہوگا۔ چونکہ امام عالی مقام لڑائی جھگڑے سے بچ کر دین کی سربلندی کا مقصد لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس لیے اس موقع پر اگر آپ اپنے ساتھیوں کو اجازت دے دیتے تو آج کے یزیدیوں کو زبان مل جاتی اور وہ آپ کو جھگڑالو، فتنہ انگیز، باغی وغیرہ کے نہ معلوم کیسے کیسے الزامات سے یاد کر کے اہلسنّت وجماعت کے ایمان وعقیدہ پر شب خون مارنے لگتے۔ ساتھ ہی ساتھ یزید کو بھی آپ کے خلاف ماحول بنانے کا ایک موقع ہاتھ آجاتا۔ غیب کی خبر رکھنے والے رسول کے آغوش میں پلنے والے امام کے سامنے نہ صرف اس وقت کے سارے حالات واضح تھے، بلکہ صدیوں بعد آنے والے واقعات بھی آپ پر منکشف تھے ۔ اس لیے آپ نے نہایت دانشمندی اور حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حر کی ہر زیادتی کے جواب میں اپنے تمام ساتھیوں کو صبر وشکر اور حزم واحتیاط کے ساتھ برداشت کی نصیحت کرتے رہے۔ ایک طرف ثبات و استقامت، عزم استقلال، اور صبر وشکر کا وہ عظیم کردار جس سے انسانیت کی پیشانی ہمیشہ روشن و تابناک رہے گی دوسری طرف خدائی خوف عبادت کا شوق سجدۂ بندگی کے لیے بے چینی کا وہ منظر بھی ملاحظہ کرتے چلیے کہ جب ۹ محرم کو آپ پر حملہ کا منصوبہ بنایا گیا تو آپ نے ایک دن کی مہلت طلب کی۔ یہ مہلت فوجی کمک اور اطرافی مدد کے حصول کے لیے نہیں تھی۔ بلکہ بارگاہ خداوندی میں سجدۂ بندگی لٹانے کے لیے تھی۔ ذرا تصور کیجیے کہ ایک طرف ہزاروں کا لشکرے جرّار تیر وتلوار سے لیس آمادہ جنگ اور دوسری طرف فرزندے رسول صبر وشکر کا پیکر بنے امادہ سجدہ ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس رات آپ کے خیمہ میں ایسا لگتا تھا جیسے بھیڑ نے اپنا جھتہ لگا دیا ہو۔ پورا خیمہ تسبیح وتہلیل اور توبہ و استغفار کے صوت سرمدی سے گونج رہا تھا۔

غرض کہ کربلا کا سارا واقعہ مدافعانہ تدبر کا ایک ایسا جیتا جاگتا نمونہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ولاچار اور مجبور ہے۔

ایک طرف یزیدی جاہ وجلال کی کڑکتی بجلیاں اور دوسری طرف پہاڑوں کی سختی وصلابت کو چیلنج کرنے والا حسینی عزم واستقلال، ایک طرف یزیدی عیاری ومکاری کی شعلہ باریاں دوسری طرف حسینی تقویٰ وطہارت کی گلشن آرائیاں، ایک طرف یزید ظلم وستم کی آندھیاں اور دوسری طرف حسینی صبر وتحمل کی نکہت افروزیاں، ایک طرف طاغوتی ظلمت کدوں کی تاریکیاں اور دوسری طرف عرش سے اترتی ہوئیں روشنیاں، یہ ایک ایسی تاریخ ہے۔ جب بھی وہ یاد آئے گی ظلم وستم کی چکی میں پستی قوم کو جینے کا نیا ہنر دے جائے گی۔ اور نمرودی آگ، فرعونی جلال وغضب اور یزیدی ظلم وستم میں سرخروئی حاصل کرنے کا ایسا سلیقہ اور ایسا ہنر دے جائے گی۔ جس سے تاریخ دعوت وعزیمت ہمیشہ ہمت و حوصلوں کی تجلیات لیے دلوں کے آفاق پر عظمت حسین کا پرچم لہراتی رہے گی اور ظلم وستم کے قلزم رواں میں موسیٰ صفت راہ نکال کر ملت کو منزل مقصود سے ہمکنار کرتی رہے گی۔ شہزادۂ گلوقبا سید امام حسین کا یہ کردار اتنا پاکیزہ اور انقلاب انگیز ہے کہ جس نے آپ کو دنیا کی ہر قوم اور ہر ملّت کی آنکھوں کا تارہ بنا دیا۔ بلاتفریق مذہب وملّت آج سارہ دنیا کسی نہ کسی روپ میں عظمت حسین کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کے گوہر لٹا رہی ہے۔ اور زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر آپ کو اپنا رہنما تسلیم کر رہی ہے۔ ع

انساں کو ذرا بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

مگر یزیوں کو آپ کی قربانی کل بھی ناگوار گزری تھی اور آج بھی محرم کے آتے ہی ان کے کلیجے دہلنے لگتے ہیں۔ اور نمرودی دور کے گرگٹ سے اپنا رشتہ جوڑتے ہوئے ان کی پوری برادری نفرتوں کی آگ بھڑکانے میں لگ جاتی ہے۔ ایسے موقع پر ان کے لیے صرف یہی دعا کی جا سکتی ہے۔ یا الٰہی اکل میدان محشر میں ہمارا حشر سیدنا امام حسین کے ساتھ فرما اور ان کا حشر یزید کے ساتھ کر۔۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اے دل بگیر دامن سلطان اولیا
یعنی حسین ابن علی جان اولیا

☆☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب	:	قرآن نمبر (ہفت روزہ تاجدار، ممبئی، ۳؍ نومبر ۱۹۷۲ء)
زیرِ سرپرستی	:	خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ
مدیرانِ گرامی	:	علامہ محمد کامل سہسرامی/ مولانا انوار احمد نظامی مولانا ضیا جالوی
تدوین و تقدیم	:	توفیق احسن برکاتی
صفحات	:	۱۴۴
اشاعت دوم	:	مارچ ۲۰۱۷ء قیمت: موجود نہیں
تعداد	:	گیارہ سو صفحات : ۱۴۴
ناشر	:	ادارۂ معارف اسلامی، ممبئی (شعبۂ تصنیفات و تالیفات سنی دعوت اسلامی)
تبصرہ نگار	:	محمد طفیل احمد مصباحی

ماضی قریب کے جن علماے اہلِ سنت نے وعظ و خطابت اور تحریر و صحافت کے ذریعہ ملک و ملت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان میں خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اور فخرِ بہار علامہ محمد کامل سہسرامی علیہما الرحمہ کے نام بہت نمایاں ہیں۔ یہ دونوں بزرگ جہاں بہت بڑے عالم و فاضل تھے، وہیں ایک بے لوث مصلح و داعی، بے مثال خطیب و مناظر، ادیبِ باکمال اور عظیم صحافی بھی تھے، سنی صحافت کے افق پر آج بھی ان کے نام اور کام بدرِ کامل کے مانند روشن و تابندہ ہیں۔

ماہ نامہ پاسبان، الٰہ آباد اور ہفت روزہ تاجدار ممبئی کے صفحات پر ان کی تحریریں بڑی اہمیت کی حامل ہوا کرتی تھیں اور عوام و خواص میں پسندیدگی کی نگاہ سے پڑھی جاتی تھیں۔ یہ دونوں بزرگ ہم مذہب و ہم مسلک و ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے۔ آپس میں بڑے گہرے مراسم تھے، اہلِ سنت و جماعت کے فروغ و استحکام اور اس کی ترویج و اشاعت میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نے ۱۹۶۶ء میں "ماہ نامہ پاسبان" الٰہ آباد، جاری کیا اور ۱۹۷۲ء میں مدیرِ اعلیٰ علامہ کامل سہسرامی، مدیرِ مسئول مولانا انوار احمد نظامی اور مدیرِ معاون مولانا ضیا جالوی تھے۔ ہفت روزہ تاجدار، ممبئی کے کُل اُنتالیس (۳۹) شمارے نکلے اور بہت جلد سنی صحافت کا یہ چراغ گُل ہو گیا، مگر اس کی علمی و قلمی اور صحافتی تابانیاں آج بھی دل و نگاہ کو روشنی فراہم کرتی ہیں۔

ممبئی سے ہفت روزہ تاجدار، شہر بنگلور کے وہابی افکار و خیالات کی نمائندگی کرنے والا اخبار "نشیمن" کے جواب میں نکالا گیا تھا۔ ہفت روزہ "نشیمن" اپنے مخصوص کالم "تھپڑاخیں" کے ذریعہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر کیچڑ اچھال کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتا تھا۔ علامہ کامل سہسرامی نے "تھپڑاخیں" کا جواب اپنے مخصوص کالم "شرارے" کے ذریعہ دیا اور وہابیت و دیوبندیت کا ناطقہ بند کر دیا۔

زیرِ تبصرہ کتاب "قرآن نمبر" کے مرتب و مدوّن حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی دام ظلہ لکھتے ہیں:

" حضرت علامہ کامل سہسرامی کی ادارت میں ہفت روزہ "تاجدار" ممبئی کا زیرِ نظر "قرآن نمبر" انتہائی آن بان شان کے ساتھ نکلا، اس کے ہر صفحے میں مولانا کامل کی ادارتی کوششیں، صحافتی لہو اور علمی و قلمی توانائیاں محسوس کی جا سکتی ہیں۔ مولانا کامل سہسرامی اپنے خاص اسلوبِ نگارش کی بنیاد پر دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔" (قرآن نمبر، ص:۱۵)

تصنیف و تالیف اور اخبار و صحافت کی دنیا میں "نمبر" کی بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے، نمبر کا تعلق خواہ شخصیات سے ہو یا کسی علمی و ادبی موضوعات سے، اس کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عام کتب و رسائل سے کہیں زیادہ کسی رسالے کا "نمبر" اہم ہوا کرتا ہے۔ کیوں کہ یہ مختلف اہلِ علم و قلم کے بلند پایہ مضامین و مقالات کا مجموعہ ہوا کرتا ہے اور کسی بھی شخصیت یا موضوع پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قدیم عرصہ گذر جانے کے باوجود "امام احمد رضا نمبر، حافظِ ملت نمبر، مجاہدِ ملت نمبر، سیدین نمبر، صدر الشریعہ نمبر" وغیرہ کی قدر و قیمت میں کمی ہونے کے بجاے دن بہ دن اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

ہمارے یہاں سنی صحافت، یا سنی طبقہ میں زیادہ تر نمبر شخصیات کے حوالے سے شائع ہوئے ہیں۔ شخصیات سے ہٹ کر دیگر علمی و

ادبی موضوعات پر نمبر بہت کم شائع ہوئے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب "قرآن نمبر" ہماری سنی صحافت میں اس جہت سے ایک منفرد حیثیت کا حامل نمبر ہے کہ یہ شخصیات کے بجائے اللہ رب العزت کی مقدس کتاب "قرآن کریم" کے بارے میں ہے جو قیامت تک کے لیے تمام بنی نوعِ انسان کے لیے ایک بے مثل الہامی صحیفہ اور شمعِ ہدایت ہے۔

ہفت روزہ "تاجدار" ممبئی کے "قرآن نمبر" کی اشاعت و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ کامل سہسرامی اس کے "اداریہ" میں لکھتے ہیں:

"قرآن حکیم ایک ہدایتِ نورانی ہے اور آج دنیا کو روشنی کی ضرورت ہے، اس لیے کہ دنیا تہذیب و تمدن کے نام پر فیشنوں کا شکار ہو چکی ہے، تعلیم و فلسفہ کے قریب آکر انسانی جہالت کی دبیز تاریکیوں میں کھو چکا ہے۔ آج سالارِ قافلہ اپنی راہ سے ہٹ چکا ہے، آدمیت کا کارواں خود آدمیوں کے ہاتھوں لٹ چکا ہے اور روشنی کی متلاشی دنیا گمراہیوں اور ناامیدیوں کی سیاہ رات میں بھٹک رہی ہے۔ اس لیے سخت ترین ضرورت ہے کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ قرآنی اصول و ضوابط کو زندگی کا ضابطہ بنانے پر ذہنوں کو تیار کیا جائے اور حیات کی تاریک راہ میں اس چراغ سے گم کردہ راہ قافلوں کی رہ نمائی کی جائے اور "قرآن نمبر" کی اشاعت کا یہی مقصد ہے، تاکہ الحاد و مادّہ پرستی اور انکارِ خدا کے زمانے میں دنیا خدا کے وجود اور اس کی عظمتوں کے اعتراف پر مجبور ہو اور خدا والوں کی جماعت وقت کے فریب دہندہ کے ہاتھوں اپنا سرمایہ ایمان نہ گنوا بیٹھے۔ گویا ایک طبقہ کی ہدایت اور دوسرے کی تسکین کے پس منظر میں یہ "قرآن نمبر" نذرِ قارئین ہے۔ (قرآن نمبر، اداریہ، ص:۲۹)

انفرادی نوعیت کے حامل اس وقیع "قرآن نمبر" میں قرآنی احکام و تعلیمات اور اس کے متعلقات پر مختلف اہلِ قلم حضرات کے اکیس مضامین و مقالات شامل ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) قرآن مجید: ایک نظر میں (۲) کلام ازلی و آئینِ لم یزلی (۳) قرآن حکیم: غیر مسلموں کی نظر میں (۴) قرآن کا چیلنج (۵) قرآن حکیم سے متعلق چند معلومات (۶) قرآن کا معاشی نظامِ حیات (۷) ہم قرآن کی تلاوت کس طرح کریں؟ (۸) قرآن کریم انسانی ترمیم سے بالا تر ہے (۹) خدامانِ مصحف اور خطاطانِ قرآن (۱۰) قرآن کی روشنی میں عورت کی شخصیت (۱۱) خدا کی طرح اس کا کلام بھی منفرد (۱۲) قرآن مجید کے اثرات (۱۳) تاریخ قرآن مجید (۱۴) قرآن حکیم کا آغاز (۱۵) قرآن میں مذکور انبیا کا تعارف (۱۶) قرآن کریم واضح اور روشن کتاب (۱۷) قرآن مجید کا پہلا سبق (۱۸) قرآن کریم: ایک مکمل ضابطۂ حیات (۱۹) صاحبِ قرآن: آیاتِ قرآن کی روشنی میں۔

نمبر کے آخر میں قرآن کی عظمت کے حوالے سے شعرائے اسلام کی نظمیں بھی شامل ہیں۔

غرض یہ کہ قرآن کریم نمبر کئی جہت سے ایک علمی سرمایہ ہے، جس کی اشاعتِ جدید کی ضرورت تھی، محبِ گرامی حضرت مولانا مفتی توفیق احسن برکاتی دام ظلہ لائقِ مبارک باد ہیں کہ انھوں نے وقت کے تقاضے کو سمجھا اور اس کی دوبارہ اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ ترتیب و تدوین کے علاوہ ایک شان دار اور معلومات افزا مقدمہ لکھ کر اس کی عظمت میں چار چاند لگا دیا۔ مفتی توفیق احسن برکاتی دام ظلہ نوجوان علمائے کرام میں بہت سارے امتیازات و خصوصیات کے حامل ہیں، عالم و فاضل، مفتی، حافظ و قاری، ادیب و شاعر اور محقق ہونے کے علاوہ ایک با اخلاق اور عمدہ کردار کے حامل انسان ہیں۔ جفاکش، محنتی اور بہتر سے بہتر کی تلاش میں ہمیشہ کوشاں و سرگرداں رہتے ہیں۔ مولانا موصوف کی فکر و شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ کم عمری میں ہی انھیں "صاحبِ تصانیفِ کثیرہ" عالمِ دین بننے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی اب تک ایک درجن کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اور کئی کتابیں منظرِ عام پر آنے کے لیے پر تول رہی ہیں۔ موصوف کی تحریر میں ادب کی چاشنی اور "ادبِ عالیہ" کے نمونے جا بجا نظر آتے ہیں۔ شعر و ادب کے پاکیزہ ذوق نے ان کی فکر و شخصیت کو مزید نکھار دیا ہے اور ہم عصر علما میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے۔ ان کی علمی و قلمی فتوحات دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور رشک بھی ہوتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے۔ جن نام ور محققین و مصنفین کو علم و تحقیق کے نت نئے آفاق تلاش کرنے کے سبب "سند باد جہازی" کا خطاب دیا گیا ہے، مولانا توفیق احسن برکاتی بھی یہ خطاب پائے جانے کے مستحق ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے، آپ کے علم و عمل، عمر و اقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دینی و علمی خدمات انجام دینے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

☆☆☆

منظومات

خوش ہوئے ناقوس جب بیتِ اذاں لوٹا گیا

عزتیں لوٹی گئیں اور آشیاں لوٹا گیا
رہبروں کے سامنے ہی کارواں لوٹا گیا
چشمِ غیرت، نم ہے برما کے مسلماں کے لیے
کتنی بے دردی سے انکا باغ جاں لوٹا گیا
ظلم سے صَرفِ نظر، خود ظلم ہے، یہ جان لو
جب مکیں غافل ہوے، تب ہی مکاں لوٹا گیا
کل ہمیں بھی اِس ستم کا سامنا ہونے کو ہے
یہ نہ سمجھیں ہم، کہ بس اک آستاں لوٹا گیا
کفر کی سازش کا، برما کے مسلماں ہیں شکار
کون کہتا ہے کہ انکو ناگہاں لوٹا گیا
ہر طرف سے آگ تھی، اور بیچ میں خونی ستم
آہ ... ہستی کا گُھر لاکر کہاں لوٹا گیا
فطرتِ حق آشنا، رنجیدہ ہے اِس جبر پر
خوش ہوے ناقوس، جب بیتِ اذاں لوٹا گیا
ہیں عرب کے حکمراں، باطل نوازی میں مگن
اُنکی عیاشی سے حق کا اک جہاں لوٹا گیا
کفر کی آغوش میں سوئے ہیں لیڈر قوم کے
اہلِ ملت کو ، بنا کر ناتواں لوٹا گیا
بھیج دے نُصرت کی کشتی ، اے مرے پروردگار
اہل حق طوفاں میں ہیں، اور بادباں لوٹا گیا
یاالٰہی تو عطا فرما، انھیں جاے پناہ
جنگلی دھرتی اور جن کا آسماں لوٹا گیا
یاخدا برما کے اہل حق پہ ہو اَبرِ کرم
دھوپ ہے بے انتہا، اور سائباں لوٹا گیا
رو رہا ہے خون کے آنسو، فریدی کا جگر
باغباں دیکھا کیے، اور گلستاں لوٹا گیا

داستان غم

برما کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی منظر کشی

کچھ ایسے درد سے برما میں زندگی گذری   کہ جیسے پھولوں پہ اک لہر، آگ کی گذری
بتا رہی ہیں جلی لاشیں اور کٹے اعضا   تڑپ کے پیکرِ ہستی سے موت بھی گذری
ستم کے سخت اندھیروں سے ایسا لگتا ہے   کبھی ادھر سے نہ خوشیوں کی روشنی گذری
زمینِ برما ہے ، یا کربلا کی دھرتی ہے   جہاں نہتّوں پہ ہر اک ستم گری گذری
دکھایا وقت نے مظلومیت کا وہ منظر   کہ جیسے موم پہ ، چٹّان آہنی گذری
جسے کہ دیکھ کے انسانیت ہے شرمندہ   بُدھِسٹ قوم، درندوں سے ہے گئی گذری
انھوں نے بچوں کو ماؤں کے سامنے مارا   خود اپنی حد سے کہیں آگے بے بسی گذری
ہزاروں لوگوں کو زندہ ہی کر دیا در گور   فلک بھی رو پڑا مشکل کی وہ گھڑی گذری
پہاڑ ہل گئے اُن بے کسوں کی چیخوں سے   جب اُنکے سینے سے شمشیر کی انی گذری
انھیں تو کھلنے سے پہلے ہی خُشک ہونا پڑا   بڑی خزاں سے وہاں کی کلی کلی گذری
لہو سے خاکِ میانمار لالہ فام ہوئی   گلی گلی سے وہاں خون کی ندی گذری
مگر انھیں نہ جُھکا پائی کوئی بھی شدت   ہر امتحان سے برما میں راستی گذری
انھوں نے چھوڑا نہ ہاتھوں سے دامنِ ایماں   اگر چہ جبر کی آندھی بہت کڑی گذری
چلو! اے حق کے طرفدارو، غمگساری کو   کہ اہلِ حق پہ مصیبت بہت بڑی گذری
کیا ہے پست، ہمارے جمود نے ہم کو   جہاں بھی مل کے ہم اٹھّے تو کھلبلی گذری
رہی خموش، جو ہے نام کی مسلمانی   ہر ایک سینۂ مومن میں بیکلی گذری
ڈٹے حُسین کے متوالے جب بھی میداں میں   تو دُم دبائے ہمیشہ ہی کافری گزری
سلامتی کا سفینہ ملے اسے یارب   لہو کے دریا سے امت رسول کی گذری
الٰہی درد کے ماروں کو چین مل جائے   معاف کر دے انھیں، گر کوئی کمی گذری
کلیجہ تھام کے میں نے قلم چلایا ہے   **بڑے ہی کرب سے، میری یہ شاعری گذری**

وہ ظلم، لفظوں کے اندر سما نہیں سکتا
فریدؔی کیا لکھے، کیسی درندگی گزری

از: ، محمد سلمان رضا فریدؔی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط عمان

صدائے بازگشت

برما کے مظلوم مسلمان

مکرمی! یہ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ بدھ مذہب کے پیرو کار جو مچھر اور مکھی کو مارنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں، اپنے ہی ملک برما (میانمار) میں بسنے والے مسلمانوں کونہایت درندگی سے ذبح کررہے ہیں اور پانی کی طرح اُن کا خون بہارہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر دُکھ اس بات کا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان جو کلمہ طیبہ کے نام پر معرض وجود میں آئی، وہ اس ظلم پر ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ آج تک حکومت پاکستان نے برما کے اسلام آباد میں متعیّن سفیر کو وزارت خارجہ میں بُلاکر احتجاج ریکارڈ نہیں کروایا اور نہ ہی کسی دینی جماعت کو توفیق ہوئی کہ برما کے سفارت خانے کے سامنے جاکر احتجاج کریں کہ وہ کیوں اپنے ہی مسلمان شہریوں کو جو وہاں صدیوں سے آباد ہیں، بنگالی اور بنگلہ دیشی کہہ کر اُن کو نہ صرف ملک بدر کررہے ہیں بلکہ اُن پر بے پناہ ظلم و تشدد ڈھا رہے ہیں۔ اب تک لاکھوں مسلمان شہید کیے جاچکے ہیں۔ مسلمان خواتین کی بے دریغ عصمت دری کی جارہی ہے، مساجد کو شہید کیا جارہا ہے۔ اُن کے مکانات اور کھیتوں کو نذر آتش کیا جارہا ہے، الغرض اُن کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہی۔ اس سے بڑھ کر اور المیہ کیا ہوسکتا ہے کہ مسلم حکومتوں نے (ماسوائے ترکی کے) زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ نہیں کیا جو کہ عنداللہ اُن کے لئے عذاب کا موجب ہوسکتا ہے اور اس سلسلے میں ائمہ مساجد، خطباء، حضرات اور عوام الناس کی طرف سے بھی کوئی خاص غم وغصہ کے آثار دیکھنے میں نہیں آرہے ہیں حالانکہ برمی مسلمانوں کی حالتِ زار پر مشتمل بھیانک ویڈیوز اور تصاویر دیکھ کر ایک کلمہ گو مسلمان کا کچھ کھانے پینے کو بھی دل نہیں کرتا۔

اب بھی وقت ہے کہ مسلم حکومتیں اور عوام الناس دونوں اپنی کی کوتاہی پرنادم ہوں۔ حکومتیں اپنے وسائل بروئے کار لائیں اور عوام وخواص جلسوں کا اہتمام کریں اور عوامی نمائندوں (MNA's) کی معیت میں پُرامن جلوس کی شکل میں برما کے سفارت خانے جاکر مذمتی قرارداد پیش کریں اور اسمبلی میں بھی پرزور آواز بلند کریں تاکہ برمائی حکومت کو عوام وخواص کے ردعمل کا پتہ چلے۔ اس طرح رائے عامہ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے برما حکومت کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے مسلمان شہریوں کا قتل عام بند کرے ورنہ اُسے خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حکومت بنگلہ دیش کو بھی احساس دلایا جائے کہ وہ بے پناہ مشکلات میں گھرے ہوئے مہاجرین کو اپنے ملک میں عارضی طور پر بسائے۔

پاکستان، ملائشیا، سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک بنگلہ دیش کی مالی امداد کریں تاکہ برمی مسلمان شہری اس کی معیشت پر بوجھ نہ بنیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ترکی کے صدر طیب اردگان نے بنگلہ دیش کی حکومت کو کہا ہے کہ وہ ستم زدہ مہاجرین کے لیے اپنی سرحدیں کھول دے اور وہ ان کی حکومت تمام اخراجات برداشت کرے گی۔

علاوہ ازیں مسلم حکومتیں اور OIC برما (میانمار) کی حکومت پر دباؤ ڈالے کہ صدیوں سے آباد روہنگیا مسلمانوں کی شہریت بحال کرے اور اُن کے غصب شدہ حقوق واپس کرکے اُن کا تحفظ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ بدھ مت کے مذہبی رہنماؤں یعنی بھکشوؤں اور برمی فوج کو حیلے بہانوں سے مسلمانوں کے قتل عام سے روکا جائے۔ اور برما کے مسلم صوبوں اور علاقوں میں اقوام متحدہ کے امن فوج کا تعین کروایا جائے تاکہ آئے دن مسلمانوں پر تشدد کے واقعات کی روک تھام ہو اور اُن کے جان و مال کی حفاظت ہوسکے۔

یاد رہے کہ مسلمانوں پر بودھ بھکشوؤں کے مظالم کئی برسوں سے جاری ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق میانمار (برما) کے ساحل روہنگیا مسلمانوں کی لاشوں سے اَٹ گئے ہیں۔ اپیلوں کے باوجود قتل عام بند نہیں ہوا بلکہ فوج اور بودھ بھکشوؤں نے مزید گاؤں نذر آتش کرکے مسلمانوں کو زندہ جلادیا ہے۔ برمی فوج نے بھی دہشت گردوں کے خلاف کارروائیوں کی آڑ میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کررکھا ہے اور مسلمانوں کی نسل کشی جاری ہے۔ اب تک چار لاکھ سے زیادہ مسلمان بنگلہ دیش منتقل ہوچکے ہیں اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ ہی پردہ غیب سے مظلوم مسلمانوں کے بچاؤ کی کوئی صورت پیدا کرسکتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا۔'' (سورۃ النساء، آیت: ۷۵)

ترجمہ: ''اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی

طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔"

از: پروفیسر عبدالرحمن، راولپنڈی، پاکستان

چمڑوں کی گرتی قیمت اور مدارس اسلامیہ

مکرمی! قربانی ہوگئی ہے اور لوگ قربانی کر کے آزاد بھی ہو گئے ہیں، قربانی کرنا اور قربانی کا قبول ہونا دو الگ الگ بحثیں ہیں، میں ان دونون بحثوں سے ہٹ کر ایک نئی بحث جس کا نام میں نے "قربانی کی کھال" رکھا ہے، کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے چند سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں، آپ کو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام کا ہر تہوار نہایت مقدس اور مہذب ہوتا ہے اس سے انسانی اور غیر انسانی دونوں طبقات کو کبھی بھی نقصان نہیں اٹھانا پڑا اور وہ یوں کہ جب بھی کوئی مسلم تہوار ہوتا ہے اس سے معاشرے کے نہایت مفلوک الحال طبقہ "غریبوں" کو خوب فائدے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم میں کوئی بھی غیرت منداور ایماندار شخص ہمارے تہواروں کی برائی نہیں کر سکتا ہے، ان تہواروں میں "عیدالاضحیٰ" جسے ہم اور آپ قربانی بھی کہتے ہیں ایک اہم تہوار ہوتا ہے اس تہوار میں مسلمان اپنے خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے مختلف قسم کے جانوروں کی قربانی کرتا ہے اس سے بھی غریب سے غریب شخص کو فائدہ پہونچتا ہے، اہل ایمان کو سب سے بڑا فائدہ حکم خداوندی بجاآوری کا ہوتا ہے جو اس کا اصل مقصود و مطلوب ہے، ان کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں غریبوں کو جانور پالنے، چارہ کھلانے، جانوروں کی حفاظت کرنے وغیرہ وغیرہ کے بہت سے فائدے پہونچتے ہیں، قربانی کی کھالوں سے جہاں ہزار ہا قسم کے اشیا بنتے ہیں اور اربوں کھربوں اس سے متوسل لوگ کاروبار سے جڑے ہوتے ہیں، ملک کو بہت فائدہ ہوتا ہے، قربانی کی کھالوں سے سب سے بڑا مالی فائدہ مدارس و مکاتب کو ہوتا ہے جس کے لئے وطن عزیز کے اکثر افراد مثبت خیال بھی رکھتے ہیں اور شرعی حکم بھی ہے کہ کسی غریب کو کھال دے دی جائے، مگر دیکھا یہ جا رہا ہے گزشتہ کئی سالوں سے قربانی کی کھالوں کا دام گھٹتا ہی جا رہا ہے اور امسال تو غضب یہ ہو گیا کہ جو کھال پچھلے سال ایکسو چالیس اور پچاس روپے میں بیچی گئی تھی وہ امسال محض چالیس، پچاس اور تیس روپے میں بیچی گئی ہے جس سے اہل مدارس کو بہت بڑا خسارہ اٹھانا پڑا، طلبہ اور مدرسین جس طرح صبر و تحمل کے ساتھ بڑی دیانت داری سے کھالیں جمع کیں کہ مدارس کے سالانہ بجٹ کی تشکیل میں آمدنی کالم میں قربانی کی کھالوں سے ہونے والی آمدنی کا ایک بہت بڑا بجٹ مانا جاتا رہا ہے مگر امسال جس طرح کھالوں کی قیمت کم ملی اس سے واضح ہے کہ مدارس کو بہت بڑا نقصان ہوا ہے، اور تعجب تو یہ ہے کہ قربانی کے تینوں دن میں اخباروں میں اس کی رپوٹ ڈھونڈا مگر کسی بھی اخبار نے اس طرح کی خبروں کو کوریج دینے کی زحمت نہیں کی، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب چمڑوں سے بنے منصوعات کی قیمت بڑھ ہی رہی ہے تو چمڑوں کی قیمت اچانک ہر سال کیوں گھٹ رہی ہے، ایک چمڑے کا جوتا جو آج سے پانچ سال قبل لیا جاتا تھا تو پانچ سو میں مل جاتا تھا مگر وہی جوتا آج سترہ اٹھارہ سو ہو گیا ہے؟ اہل نظر اندازہ لگائیں کہ پورے ملک میں کھالوں کی اچانک قیمت گھٹ جانے سے اربوں کھربوں کا مالی نقصان ہوا ہے اور اس نقصان کا سیدھا اثر مدارس پر ہوگا، اس سے مدارس مالی پریشانیوں سے دوچار ہوں گے، میرا اپنا خیال ہے کہ تنظیم المدارس کے نام سے ملک میں کئی تنظیم سرگرم ہیں، انہی اس اچانک قیمت کم ہونے کی تحقیق کرانی چاہئے کہ کہیں اس میں سازش رچنے والوں کی کوئی چال تو نہیں ہے اگر کچھ سراغ ملتا ہے تو اس پر قانونی کاروائی ہونی چاہئے، یہ کام ابھی سے ہونا چاہئے ورنہ پھر آئندہ سال اسی طرح کا بہت بڑا نقصان اٹھانا ہوگا۔ اللہ تعالی ہمارے مدارس کی حفاظت فرمائے اور دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

از: مولانا محمد اختر علی واجد القادری
جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ نیانگر میرارڈ ممبئی، akhtarkhair@gmail.com

سبھی کا خون ہے شامل یہاں کی مٹی میں

مکرمی! ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ ہمارے لیے نہایت اہم اور یادگار تاریخ ہے۔ کیوں کہ اسی تاریخ کو ہمارا پیارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا تھا۔ یہ آزادی ہمیں آسانی سے نہیں ملی تھی، بلکہ اس ملک کی آزادی کے لیے ملک کے ہر طبقہ اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے اپنی اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ ہندو، مسلم، سِکھ، عیسائی، بچے بوڑھے، جوان مرد اور عورتیں، سبھی نے اپنے خونِ جگر سے اس چمن کی آبیاری کی ہے۔ لیکن جدوجہد آزادی کے صفحات سے مسلمانوں اور خصوصاً علمائے اہل سنت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ وطن عزیز کی آزادی علمائے اہل سنت ہی کے دم قدم سے متصور ہے۔ آج ہم آزادی کی جس خوشگوار فضا میں چین و سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ علمائے حق ہی کے سرفروشانہ جذبات اور مجاہدانہ کردار کا ثمرہ ہے۔ انہی کے مقدس لہو سے شجر آزادی کی آبیاری و آبپاشی کی گئی ہے۔ اگر انہوں نے بروقت حالات کے طوفانی رخ کا تدارک نہ کیا ہوتا تو آج مسلمان یہاں کس حال میں ہوتے وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کیوں کہ

اتنی قربانیاں دینے کے بعد بھی ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے-اس ملک کی آزادی میں ہمارے علمانے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دیا- ہزاروں ہزار علماے اہل سنت کو چاندنی چوک دہلی میں درختوں پہ لٹکا کر سولی دی گئی اور ان کے جسموں کو بندوق کی گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا- ہزاروں مسلم مائیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے تب جا کر ہمیں آزادی کے دن میسر ہوئے-لیکن افسوس کہ آج کے کچھ نام نہاد دیش بھکت اور فرقہ پرست لوگ نصاب کی کتابوں سے لے کر جشن آزادی کے اشتہارات تک ہمارے ان مسلم مجاہدین اور علماے اسلام کی قربانیوں کو فراموش کر رہے ہیں-اور حد تو یہ کہ ان کے نام تک کو مجاہدین آزادی کی فہرست سے ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی جا رہی ہے-آج تمام اسکولوں اور کالجوں میں بچوں کو گاندھی اور نہرو جی کے بارے میں تو بتایا جاتا ہے لیکن قائد جنگ آزادی علامہ فضلِ حق خیر آبادی کو بھلا دیا جاتا ہے-انہیں یہ تو بتایا جاتا ہے کہ چندر شیکھر آزاد اور سبھاش چندر بوس نے ملک کے لیے عظیم قربانی پیش کی ہیں لیکن مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مفتی رضا علی خاں بریلوی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مفتی صدر الدین خاں آزردہ دہلوی کی قربانیوں اور مجاہدانہ کردار سے آنکھیں موند لی جاتی ہیں-کیا ان مجاہدین کا خون خون نہیں تھا؟ جب علامہ فضلِ حق خیر آبادی کو جہاد کا فتوی دینے کی وجہ سے کالا پانی کی سزا سنائی گئی تو انہوں اس سزا کو قبول کیا لیکن اپنے فتوی سے رجوع نہیں کیا-بادشاہِ وقت بہادر شاہ ظفر کو جزائر انڈمان نکوبار جلا وطن کر دیا گیا جہاں ان کی موت ہو گئی اور آخر انہیں اپنے ملک کی مٹی میں دو گز زمین بھی نصیب نہ ہوئی-مولانا سید کفایت علی کافی کو ایک چوک پہ بر سر عام تختہ دار پر لٹکا دیا گیا-اس طرح بیشمار علما پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن انہوں نے وطن کی راہ میں ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں اور اف تک نہ کیا-اس کے باوجود آج مسلمانوں سے ان کی وفاداری کا ثبوت طلب کیا جا رہا ہے-اور انہیں غدارِ وطن اور پاکستانی ٹھہرانے کی تمام تر ناکام کوششیں کی جا رہی ہیں-اور جس طرح آج منصوبہ بند انداز میں مسلمانوں کی کردار کشی کی جا رہی ہے-ایسے حالات میں ہم سب پر یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم بیدار رہ کر اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں اور قربانیوں سے عوام الناس کو روشناس کرائیں اور آنے والی نسل کے دل ودماغ میں ان کی عقیدت و محبت اور عظمت و قربانی کی شمع جلائیں اور شر پسند افراد کے باطل منصوبوں کو خاک میں ملائیں-

* کلیم اشرف رضوی مظفر پوری، تحریک اصلاح ملت، مظفر پور، بہار *

آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

مکرمی !یوگی سرکار نے منظور شدہ وامداد یافتہ مدارس کے لیے آئے دن نئے نئے فرمان جاری کر رہی ہے، جس سے مدارس کے اساتذہ وانتظامیہ کمیٹی کے لوگ پریشان اور عاجز آگئے ہیں۔ایک نئے حکم نامہ سے عاجز آکر جہاں کچھ لوگوں نے کورٹ جانے کا فیصلہ لیا ہے وہیں مشرقی یوپی کے ضلع مہراج گنج، گورکھپور وکشی نگر کے درجن بھر مدارس کے ذمہ داران نے مدرسہ تعلیمی بورڈ سے اپنی منظوری ختم کرانے کی بات کہی ہے۔مدارس کے نظما نے غم وغصہ کے ماحول میں کہا کہ آئے دن طرح طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں کو جھیلنے سے اچھا ہے کہ اس بورڈ سے منظوری ہی ختم کرا دی جائے، ایک تو ویسے ہی جدید کاری اساتذہ کو برسوں برس تنخواہ نہیں ملتی، دوسری طرف جانچ وفوٹو گرافی اور متعلقہ افسران کی جیب بھرنے میں مدارس کا ہزاروں روپیہ برباد ہو جاتا ہے۔اہلِ مدارس نے بتایا کہ موجودہ ریاستی حکومت نے اب مدارس کے اساتذہ کے بینک اکاؤنٹس اور آدھار نمبر مانگے ہیں، بتایا جاتا ہے کہ مدارس کے کمروں کے نقشے، بلڈنگ کی تصویریں اور زمین کی تفصیل حکومت نے طلب کی ہے، یہی نہیں یوگی آدتیہ ناتھ کی حکومت میں کام کر رہے مدرسوں کا ایک جی پی ایس سروس کے ذریعہ جی او ٹیگ کیا جائے گا، حکومت کے اہل کاروں کا کہنا ہے کہ اس سے فرضی مدرسوں اور ٹیچروں پر شکنجہ کسا جا سکے گا۔ حکومت نے مدرسہ تعلیمی بورڈ کے ذمہ داروں کو ہدایت دی ہے کہ یوپی کے سبھی منظور شدہ مدارس کی جی او ٹیگنگ جلد از جلد کر دی جائے، اس ٹیگنگ کے بعد سبھی مدرسے ایک خصوصی کوڈ سے جانے جائیں گے۔ مدرسہ مینجرس ایسوسی ایشن کے لوگوں نے اس فیصلے کے خلاف اب ہائی کورٹ میں رٹ دائر کرنے کی بات کہی ہے۔خصوصی سکریٹری مونیکا گرگ کے ذریعہ جاری حکم نامہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ ریاست کے سبھی مدرسوں کو سرکار کے ذریعہ لانچ کیے گئے ویب سائٹ سے ۱۵/اکتوبر تک رجسٹرڈ ہو جانا ہے، اس کے بعد ہی ان مدرسوں کو حکومت کے ذریعہ دی گئی منظوری بحال رہے گی۔جی او میں کہا گیا ہے کہ اس پورٹل کی لانچنگ اور دوسری سہولیات کے آغاز سے مدارس کی ترقی، تعلیم میں سدھار اور مستحکم بنانا مقصد ہے، فرضی واڑہ پر لگام لگ پائیگا۔نئے آرڈر میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ سبھی اساتذہ اور مینجمنٹ کے بینک اکاؤنٹس کو پبلک فائننس مینجمنٹ سسٹم کے ذریعہ ویری فائی کیا جائے گا۔جانچ میں بینک اکاؤنٹس کو درست پانے کے بعد ہی انھیں سیلری دی جائے گی، مدرسہ کمیٹی کے ذریعہ دی جانے والی معلومات کو ضلع کے اقلیتی افسر ایک ڈیجیٹل دستخط کے ذریعہ لاک کر دیں گے، اس لیے کہ ایک بار اس میں دی گئی اطلاع کے بعد تبدیلی ناممکن ہوگی۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج

خیر و خبر

مبارک پور میں استاذ القرا قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ کا عرس

استاذ القرا حضرت قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ صرف قرأت سبعہ کے قاری ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے عظیم عالم ربانی بھی تھے۔ آپ نے برسوں تک شعبہ قرأت اور درس نظامی کا درس دیا۔ آپ کے بلند پایہ تلامذہ ملک اور بیرون ملک میں دین وسنیت اور دعوت وتبلیغ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنے استاذ اور مربی جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے چہیتے شاگرد اور ان کی تحریک اشرفیہ کے مخلص معاون تھے۔ آپ دار العلوم اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ تھے آپ کی نظامت میں دارالعلوم نے حد درجہ ترقی کی۔ ایک ذمہ دار عالم ربانی اور باکمال ناظم اعلیٰ کے اندر جو خصوصیات ہونی چاہیے وہ آپ کے اندر بھرپور پائی جاتی تھی۔ آپ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کے امام وخطیب بھی تھے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے استاذ مولانا مبارک حسین مصباحی نے استاذ القرا قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر محلہ پورہ رانی میں منعقدہ جلسہ سیرت النبی سے حضرت قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کیا۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے روہنگیا مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا کہ آج میانمار حکومت غریب مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم وستم کر رہی ہے اس نے چند صدیوں میں ایک رکارڈ قائم کر دیا ہے ۔ عورتوں بچوں بوڑھوں اور نوجوانوں کی زندگیوں سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے اس لیے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی نصرت وحمایت کے لیے دعا کریں۔ ان کے علاوہ مولانا مسعود احمد برکاتی و مولانا صدر الوری مصباحی اساتذہ جامعہ اشرفیہ نے قرآن واحادیث کی روشنی میں خطاب کرتے ہوئے قاری صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات اور ان کی شخصیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اجلاس کا آغاز شہزادہ قاری محمد یحییٰ قاری ابرار احمد کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ صدارت جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل و صدر شعبۂ افتا مفتی محمد نظام الدین رضوی اور نظامت مولانا قیصر اعظمی نے کی جب کہ قیادت مولانا احمد رضا مصباحی کیشئر جامعہ اشرفیہ نے کی۔ واضح رہے کہ پروگرام کے انتظام وانصرام اور مہمانان علمائے کرام کی خدمات انجام دینے والوں میں اشہر اقبال۔ محمد مجاہد۔ اسامہ ظفر۔ ماسٹر احمد ندیم۔ ڈاکٹر احمد کلیم۔ انجینئر وسیم رضا۔ نسیم الریاض، محمد احمد، ظفر اقبال، قمر اقبال، محمد معاذ قادری اور ماسٹر شاہنواز عالم وغیرہ شامل ہیں۔ بعد نماز فجر بر مکان قاری صاحب علیہ الرحمۃ قرآن خوانی کا اہتمام ہوا جس میں لوگوں نے کثیر تعداد میں شریک ہو کر حضرت استاذ مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا، بعد نماز عشا اجلاس کا انعقاد ہوا جس میں غلام ربانی وعبد الخبیر مبارک پوری نے نعت ومنقبت کے اشعار بطور نذرانہ عقیدت پیش کیے۔

اس موقع پر مولانا نعیم اختر اعجازی، خطیب وامام جمعہ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مفتی معراج القادری، مفتی زاہد علی سلامی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا اسرار الحسن اشرفی انصاری، قاری جمیل احمد، ناظم اعلیٰ حاجی سرفراز احمد، حاجی شکیل احمد سہارا، الحاج مختار احمد علیگ، قاری شفیق احمد، قاری نور الہدیٰ، مولانا محمد اسلم مصباحی، اعجاز بھائی، مولانا جمال ہاشم، مولانا افروز احمد، غلام مصطفی ہاشمی وغیرہ سمیت کثیر تعداد میں دیگر علما ومعزز سامعین موجود تھے۔

از: رحمت اللہ مصباحی

چھتیس گڑھ میں تحفظِ شریعت کانفرنس

رائے پور ۲۹ اگست ۲۰۱۷ ۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کو لے کر چھتیس گڑھ کے مرکزی ادارہ مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور سی۔ جی میں آل چھتیس گڑھ علما تنظیم کے زیر اہتمام تحفظ شریعت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں چھتیس گڑھ کے دور دراز علاقے کے علمائے دین وائمہ ومسجد کے متولیوں اور متعدد انجمنوں اور کمیٹیوں کے ذمہ دار افراد شامل ہوئے۔ مہمان وخصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا اکبر علی فاروقی چیرمین طبیہ کالج نے شرکت کی۔

اس موقع پر صدر جلسہ جانشین محسن ملّت پیر طریقت مولانا محمد علی فاروقی قاضی شہر نے مسلم پرسنل لا پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ۱۷۰۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ہی سے پورا شہنشاہ بکھراؤں کے راہ پر چل پڑا۔ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمیٹی نے بھارت کو غلام بنانے کا منصوبہ بنایا۔

۱۷۵۷ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ کی شہادت کے بعد پورا بنگال انگریزوں کے رحم وکرم پر آگیا اور ۱۷۹۹ء میں شیر دکن ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد جنرل ہیرس کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ اس نے گرجا گھر کی گھنٹی بجاتے ہوئے کہا کہ اب سارا ہندوستان ہمارا ہے۔

بھارت پر قبضہ کے پلان کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے مسلمانوں کے تشخص اور انکی ثقافی عائلی نظام کو بھی ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کی وجہ سے ۱۷۷۲ء میں انھوں نے مقدمات ودیوانی کو شریعت سے الگ کر دیا۔ ۱۸۵۷ء میں مفتیوں کو ہٹا کر ان کی جگہ انگریزوں کو بیٹھا دیا گیا۔

۱۸۶۱ میں قاضیوں کے تقرری کو ختم کر کے مسلمانوں کو شریعت سے دور کرنے کا پلان انھوں نے بنایا۔ ۱۸۶۲ء اسلامی تعزیرات کو ختم کر دیا

گیا۔ ۱۸۷۲ء اسلامی قانون شہادت کو بھی مٹادیا گیا۔

اس باربار کے بدلاؤ کے رویہ نے تمام مسلمانوں کو بے چین ومضطرب کردیا۔ ہندوستان کی دیگر قومیں بھی سوچنے پر مجبور ہوگئیں کہ آج ان کی کل ہماری باری ہے۔ جس سے پورے بھارت میں بے چینی پھیل گئی۔ ہر گلی کوچے میں نفرت کی بھڑکتی آگ سے گھبراکر انگریزوں نے ۱۹۳۷ء میں شریعت ایکٹ بنایا جو مسلم پرسنل لا کے نام سے ہمارے درمیان مشہور ومعروف ہے۔

قاضی شہر نے ان پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید فرمایا کہ بھارت میں دوطرح کے قانون نافذ ہیں، ان میں ایک مشترک قانون ہے جو سارے ہندوستانیوں کے لیے یکساں ہیں، اسے کرمنل کوڈ بھی کہتے ہیں چوری، ڈکیتی، قتل وغیرہ میں مذہب وملّت کے کسی بھید بھاؤ کے بغیر سبھوں کے لیے یکساں قانون ہیں۔ دوسرا ہے پرسنل لا، احوال شخصیہ، جس میں انسان کے عائلی زندگی سے بحث کی جاتی ہے۔ اس میں ہر قوم، ہر ملّت کے ساتھ علاقائی اختیارات وتشخصات بھی شامل ہیں۔ جس میں پنجابی، مراٹھی، چینی، بدھسٹوں کے کئی معاملات الگ الگ ہیں، اسی میں مسلمانوں کو بھی کئی معاملات میں جیسے نکاح، خلع، طلاق، وراثت وغیرہ میں چھوٹ دی گئی ہے کہ اگر فریقین مسلمان ہوں گے تو مسلم پرسنل لا کے تحت فیصلہ کیا جائے گا۔

سپریم کورٹ کے فیصلے پر روشنی ڈالتے ہوئے قاضی شہر نے کہا کہ طلاق پر واویلہ آج کا نہیں ہے یہ صدیوں پرانہ ہے ہر بیس، پچیس سال میں لوگ اس مدعا کو اچھال کر سیاسی روٹی سیکی جاتی ہے اور اپنا ووٹ بینک بڑھا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کے آج فیصلے میں یہ بات قابل اطمنان ہے کہ سبھی ججوں نے سی آر پی ۲۵ (C-R-P-25) کو نہ چھیڑنے پر زور دیا۔

اسی طرح فاضل ججوں نے حکومت کو چھ ماہ کا وقت بھی دیا ہے۔ کہ وہ طلاق پر غور وفکر کرکے کوئی قانون بنائے۔ اس سلسلے میں ہمارا کہنا ہے کہ اگر حکومت ایسا کوئی قدم اٹھاتی ہے تو علماے اسلام کو ساتھ لے کر قانون بنانا چاہیے۔ تاکہ مسلمان اس پر دل سے عمل کرسکے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مبارکپور، بریلی شریف، اجمیر شریف، کچھوچھہ شریف کے علما کا ذکر بھی کیا۔

طلاق ثلاثہ پر گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ تین طلاق کا ذکر قرآن وحدیث میں صاف وصریح طور پر آیا ہے قرآن میں سورۂ بقرہ، سورۂ نسأ، سورۂ نور، سورۂ احزاب اور سورۂ طلاق کی تقریباً تیس آیتوں میں طلاق کا ذکر ہے۔ پھر کسی کا یہ کہنا کہ تین طلاق کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ملتا، بالکل غلط ہے بخاری شریف ص ۷۹۱ پر اور ابوداؤد میں بھی عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ لوگ ۲۲ ملکوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ جس میں مصر کا نام بھی شامل ہے مگر وہاں بھی تین طلاق کو مانا گیا ہے البتہ اس غلط راستے میں چلنے والے کو جیل کی بھی سزا دی جاتی ہے۔ باقی دیگر ۲۱ ممالک میں بھی تین طلاق دینے پر کوئی نہ کوئی طلاق ضرور پڑتی ہے۔ مسلمانوں کے سماجی معاملات پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے کہا کہ

طلاق کا فی صد ہمارے یہاں دنیا میں سب سے کم ہے۔ پورے پورے خاندان میں سو سو سال میں ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین طلاق پائی جاتی ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے پریوار پر نظر ڈالے اور دیکھے کہ دادا نانا سے لے کر بیٹے پوتے تک اس کے خاندان میں کتنی طلاقیں ہوئیں ہیں۔ ایسے حالات میں طلاق پر واویلا مچانا انسانیت نوازی نہیں ہے۔ مگر تین طلاق ایک ساتھ دینا ہر حال میں غلط ہے اس غلط رسم کو مٹانے کے لیے علما تنظیم کے سکریٹری ڈاکٹر ظہیر الدین رضوی اور نائب صدر حافظ عبدالرزاق نے بتایا کہ ان کی کمیٹی پورے چھتیس گڑھ میں تحریک چلائے گی تاکہ لوگوں کی غلط فہمیاں بھی دور ہو اور معاشرہ میں سدھار بھی پیدا ہو۔ اس موقع پر مولانا ایوب ازہری بھی موجود تھے ان کا موضوع "طلاق ثلاثہ اور اسلامی ممالک" تھا حضرت نے عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی اور واضح کردیا کہ جتنے بھی ممالک میں تین طلاق پر پابندی لگائی گئی ہے ان کے یہاں بھی اگر کوئی طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

مفتی روشن رضا مصباحی (گڑھوا) بھی شریک کانفرنس ہوئے ان کا عنوان طلاق ثلاثہ اور خلع تھا انھوں نے قرآنی آیات واحادیث صحیحہ سے یہ ثابت کردیا کہ ایک نشست کی دی ہوئی تین طلاق واقع اور نافذ ہوگی اگرچہ یہ فعل غیر مستحسن ہے۔ کانفرنس میں قاری عمران اشرفی (امام بیرن بازار مسجد) مفتی کلیم احمد (امام مسجد بھلائی) اور ماسٹر شاکر قریشی ایڈوکیٹ بھی اور دیگر علماے کرام موجود تھے ہر ایک نے اپنے اپنے خیالات رکھے اور آخر میں باتفاق رائے یہ تجویز پاس کی گئی کہ:

(۱) تین طلاق کا قرآن وحدیث میں تفصیلی ذکر ہے لہذا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے یہ غلط فہمی ہے۔ (۲) جو لوگ بیک وقت تین طلاقیں دیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ حکومت ان کے اصلاح کے لیے شرعی حدود میں کوئی قدم اٹھاتی ہے تو ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ (۳) آئندہ حکومت مسلم پرسنل لا کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گی۔ اس کے لیے آئین میں دیے گئے حقوق کو گورنمنٹ مزید مضبوطی دے۔

ان سارے تجاویز کو قرب وجوار اور دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے مندوبین نے اتفاق رائے سے پاس کیا۔

از: میڈیا انچارج محمد اسرائیل
مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ بیجناتھ پارہ رائے پور سی۔ جی

(باقی ص: ۴۳ پر)